شیشوں کی بستیاں
نگہت سیما

کوئی سوال جو پوچھے تو کیا کہوں اس سے
بچھڑنے والے سبب تو بتا جدائی کا

برسوں پہلے نہ جانے کس بات پر فاروق احمد نے کہا تھا یار عورت بڑی بے وفا اور ظالم ہوتی ہے۔

اور میں ہنس دیا تھا۔

رہنے دو یار عورت بے وفا تو ہو سکتی ہے مگر ظالم نہیں ذرا اس کے نرم و نازک وجود کا تصور کرو اور ظلم.........ناممکن میرے دوست۔

بات یہ ہے میں عارف علی کہ ابھی تم نے صرف کتابیں پڑھی ہیں جب کتابوں کی دنیا سے باہر نکل کر عملی زندگی میں قدم رکھو گے نا تب تمہیں پتا چلے گا کہ عورت کی وفا اور اس کی قربانی سب کتابی باتیں ہیں یہ

رومی ابھی روتے روتے سویا ہے وہ سوتے میں بھی سسکیاں لے رہا ہے کئی دنوں سے میں نے انہیں بہلا رکھا ہے مگر کب تک ثمو۔اب تو ان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے۔

رومی بغیر وجہ کے ہی دن میں کئی بار روتا ہے اور اب تو شام سے اس نے ممی ممی کی رٹ لگا رکھی ہے مانی بار بار تمہارے بارے میں پوچھتا ہے بتاؤ ثمو میں اسے کیا جواب دوں کیا کہوں کہ تمہاری ممی تمہیں چھوڑ کر چلی گئی ہے کبھی نہ آنے کے لئے۔

تم نے یکایک اتنا بڑا فیصلہ کیسے کرلیا ہے ثمو اور پھر اس فیصلے میں تم نے لچک کی کوئی گنجائش ہی نہیں چھوڑی بتاؤ تم نے میری محبتوں میں کہاں کس جگہ کمی محسوس کی تھی مجھے بتایا ہوتا میں اپنا احتساب کرتا ثمو مگر تم تو کچھ بغیر کہے ہی چلی گئی ہو۔

ابھی تھوڑی دیر پہلے مانی کہہ رہا تھا۔

رومی ابھی روتے روتے سویا ہے وہ سوتے میں بھی سسکیاں لے رہا ہے کئی دنوں سے میں نے انہیں بہلا رکھا ہے مگر کب تک ثمو۔اب تو ان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے۔

رومی بغیر وجہ کے ہی دن میں کئی بار روتا ہے اور اب تو شام سے اس نے ممی ممی کی رٹ لگا رکھی ہے مانی بار بار تمہارے بارے میں پوچھتا ہے بتاؤ ثمو میں اسے کیا جواب دوں کیا کہوں کہ تمہاری ممی تمہیں چھوڑ کر چلی گئی ہے کبھی نہ آنے کے لئے۔

تم نے یکا یک اتنا بڑا فیصلہ کیسے کرلیا ہے ثمو اور پھر اس فیصلے میں تم نے لچک کی کوئی گنجائش ہی نہیں چھوڑی بتاؤ تم نے میری محبتوں میں کہاں کس جگہ کمی محسوس کی تھی مجھے بتایا ہوتا میں اپنا احتساب کرتا ثمو مگر تم تو کچھ بغیر کہے ہی چلی گئی ہو۔

ابھی تھوڑی دیر پہلے مانی کہہ رہا تھا۔

پاپا! ممی ہمیں فون نہیں کرتیں۔

بیٹا! وہ جہاں گئی ہیں وہاں فون نہیں ہے۔

فون نہیں ہے تو وہ ہمیں خط لکھ سکتی ہیں نا۔

ہاں بیٹا!

دیکھا تمہارا بیٹا کتنا سمجھدار ہے۔

تھوڑی دیر سوچنے کے بعد بولا۔

اچھا پاپا ایسا کریں آپ انہیں خط لکھ دیں کہ اب وہ آجائیں رومی ان کے لئے اداس ہو گیا ہے اور آپ اداس نہیں ہوئے کیا؟

اور تمہارا یہ بہادر بیٹا تو سوتے میں کئی بار تمہیں پکار چکا ہے۔

اور میں نے بڑی مشکل سے اپنے آنسو ضبط کیے ہیں اور میں سمجھ نہیں پا رہا ہوں کہ جب تمہارا انتظار کرتے کرتے ان کی آنکھیں تھک جائیں گی ان کی امید مر جائے گی تو کیا ہو گا کاش اس سے پہلے ہی تم لوٹ

آؤ ثمو میرے لئے نہ سہی ان کے لئے جو تمہارے وجود کا ہی ایک حصہ ہیں شاید تمہیں میری محبتوں پر اعتبار نہ تھا لیکن ان کی محبت میں تو کوئی کھوٹ نہیں ہے اور مجھے تو یہ بھی پتا نہیں کہ تم اچانک چلی کیوں گئی ہو مجھ سے کیا غلطی ہوئی میں نے تو کبھی تمہارے ساتھ زیادتی نہیں کی ثمو۔ تمہیں پانے کے بعد مجھے یوں لگتا تھا جیسے میں نے سب کچھ پالیا ہے تمہاری تصویر کے بعد اس دل میں پھر کوئی تصویر نہ بن سکی یقین کرو گی ثمو تمہیں دیکھنے تم سے ملنے کے بعد کوئی نظروں میں نہ جچ سکا، کتنے دلکش چہرے کتنی قاتل آنکھیں، کتنے ظالم ہونٹ میرے سامنے آئے ایک بار نہیں کئی بار لیکن ہر بار تمہارا چہرہ میری آنکھوں کے سامنے آ جاتا۔

نہیں۔ تم۔ تمہارا چہرہ ان سارے چہروں سے زیادہ دلکش تھا تمہاری آنکھیں ان ساری آنکھوں سے زیادہ حسین تھیں تمہارے ہونٹ

.........تم میں کوئی ایسی بات تھی ضرور کہ دل تمہیں دوبارہ دیکھنے کے لئے مچلتا تھا پہلی بار میں نے تمہیں اسماء کی برتھ ڈے پر دیکھا تھا اسماء میری کزن تھی اور اسے پارٹیاں ارینج کرنے کا جنون تھا اس کا بس چلتا تو وہ سال میں دو بار اپنا برتھ ڈے مناتی وہ اکثر ان پارٹیوں میں مجھے اور عابدہ کو بھی کھینچ لے جاتی تھی جب تک عافیہ آپی یہاں تھیں اس کا بھرپور ساتھ دیتی رہیں لیکن جب سے وہ بیاہ کر فریدہ بھائی کے ساتھ دوبئی گئی تھیں وہ اکیلی ہو گئی تھی اس لئے مجھے اور عابدہ کو گھسیٹے رکھتی۔

عافیہ آپی مجھ سے اور عابدہ سے بڑی تھیں لیکن بڑی زندہ دل جب کہ مجھے ان ہنگاموں سے الجھن ہوتی تھی یہ سب کچھ مجھے محض تضیع اوقات لگتا تھا لیکن پیسہ خرچ کرنے کا کوئی تو ذریعہ ہوتا اور پھر اسماء تو میرے چچا کی اکلوتی بیٹی تھی انڈسٹری میں چچا کے حصے کی تنہا وارث

میں نے کئی بار اسے ٹوکا تھا۔

اسی مائی ڈیئر کزن۔ اس ساری ہو وہا سے تمہیں کیا ملتا ہے۔

لطف ملتا ہے انجوائے کرتے ہیں ہم سب۔ یہ زندگی بڑی مختصر ہے مگر میرے قنوطی کزن تم زندگی کو اس کی خوبصورتیوں سمیت گزارنے کا ڈھنگ نہیں جانتے۔

میں شاید اندر سے قنوطی ہی تھا اس لیے تو کبھی ان پارٹیوں سے لطف اندوز نہ ہو سکا۔ اکثر جب گھر میں کوئی پارٹی ہو رہی ہوتی تو میں گھر سے نکل جاتا۔ یا کمرے کا دروازہ بند کر کے پڑھا کرتا۔

تم گوتم بدھ نہیں ہو میرے پیارے بھائی کہ کبھی رات کی تاریکی میں دنیا تیاگ دو۔ جب تمہیں اس دنیا میں رہنا ہے تو پھر اسے انجوائے کرو۔

وہ سمجھاتی۔

مگر میں کبھی شوق سے اس کی پارٹیوں میں شریک نہ ہو سکا محض اس کا دل رکھنے کے لئے چلا جاتا تھا اور اس روز تو اس کا برتھ ڈے تھا اور اس نے مجھے ایک دن پہلے ہی الٹی میٹم دے دیا تھا اگر میں نے اس کی پارٹی میں شرکت نہ کی تو وہ میرا گفٹ ہرگز قبول نہیں کرے گی سو جب میں بادل ناخواستہ تیار ہو کر ہال میں آیا تو کافی لوگ آ چکے تھے اور وہ اپنی کچھ سہیلیوں میں گھری بیٹھی تھی مجھے دیکھ کر اس نے وہیں سے ہاتھ ہلا کر وش کیا اور میں مسکراتا ہوا عابد کی طرف چلا گیا جو ایک طرف کھڑا احمر اور نسیم وغیرہ کے ساتھ گپ شپ لگا رہا تھا جو اسماء کے کلاس فیلو تھے۔

اسماء نے صرف اپنے کلاس فیلوز کے لڑکیوں اور کچھ کزنز کو انوائٹ کیا تھا ان میں زیادہ تر لڑکے لڑکیاں میرے جانے پہچانے تھے اور اکثر اسماء کی پارٹیوں میں آتے رہتے تھے اور جب کیک کاٹنے کے لئے

اسماء میز کے پاس آئی اور سب میز کے گرد اکٹھے ہو گئے تو اچانک میری نظر تم پر پڑی۔ تم کونے والے صوفے پر کچھ گھبرائی گھبرائی اور سہمی سہمی سی بیٹھی تھیں میں نے اس سے قبل تمہیں نہیں دیکھا تھا نیوی بلو رنگ کے سوٹ میں بغیر میک اپ کے سادہ سے چہرے کے ساتھ تم سب سے منفرد لگ رہی تھیں۔

اسی وہ کون ہے؟

میں نے اسماء کے کان میں سرگوشی کی۔

ارے وہ ثمرین ہے میری کلاس فیلو۔

اور پھر وہ تم سے مخاطب ہو گئی۔

ثمو یار وہاں کیوں بیٹھی رہ گئی ہو، ادھر آؤ نا۔

نہیں میں یہیں ٹھیک ہوں۔ تم کیک کاٹو پلیز۔

اور اس وقت میں نے اندازہ لگایا تھا کہ اس قسم کی کسی پارٹی میں

شریک ہونے کا یہ تمہارا پہلا موقع ہے۔

اوہ! یہ کیا دقیانوسیت ہے بھئی۔

اور اسماء تمہیں کھینچتی ہوئی لے آئی تھی اور تمہارے چہرے پر گلال سا بکھر گیا تھا تم کچھ شرمائی سی تھیں اور تم نے اپنا دوپٹہ جس پر مقیش کے ستارے بنے ہوئے تھے سر پر لے لیا تھا نیوی بلو دوپٹے پر جھملاتے تارے اور اس دوپٹے کے ہالے میں چھپا تمہارا چہرہ .... میری نگاہیں بار بار تمہاری طرف اٹھ جاتی تھیں اور اس روز پہلی بار مجھے احساس ہو رہا تھا کہ لڑکیاں کبھی کبھی جھملاتے کپڑوں میں کتنی اچھی لگتی ہیں میری نگاہیں کبھی تمہارے دوپٹے پر بنے ستاروں میں الجھ جاتیں اور کبھی تمہارے چہرے کا طواف کرنے لگتیں۔

اور تم.......... ثمو تمہاری نگاہیں جھکی ہوئی تھیں اور تمہارے رخسار بار بار گلگوں ہو جاتے اور لمبی سیاہ پلکیں لرز کر رہ جاتیں مجھے احساس تھا کہ

میں یہ کوئی اچھی حرکت نہیں کر رہا ہوں لیکن تمہاری طرف نہ دیکھنا شاید میرے اختیار میں نہ تھا محفل میں موجود کوئی لڑکی تم جیسی نہ تھی۔

تمہارے چہرے پر ایسی معصومیت ایسی پاکیزگی تھی کہ اس سے قبل میں نے کسی لڑکی کے چہرے پر نہ دیکھی تھی شاید میرے ارگرد کے ماحول میں تم جیسی لڑکیاں نہ تھیں۔

میرے طبقے کی لڑکیاں تو بڑی شوخ و شنگ بڑی تیز طرار اور با اعتماد ہوتی ہیں وہ تو بڑی بے باک بڑی آزاد ہوتی ہیں آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر باتیں کرتی ہیں اسی لئے تو تم مجھے بہت اچھی لگیں سب سے منفرد اور الگ۔

پھر تالیوں کی گونج میں اسماء نے کیک کاٹا اور سب نے مل کر ہیپی برتھ ڈے گایا میں نے محسوس کیا تھا کہ جب عابد تصویریں بنا رہا تھا تو تم پیچھے ہٹ گئی تھیں اور پھر چائے پیتے ہوئے تم میری نظروں سے

تھوڑی دیر کے لئے اوجھل ہوگئیں۔

اور میری نگاہیں غیر ارادی طور پر تمہیں ہی کھوجتی رہیں پھر جلد ہی میں نے تمہیں تلاش کرلیا تم وہیں کونے والے صوفے پر پریشان سی بیٹھی تھیں چائے وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد ہمیشہ کی طرح گانے بجانے کا ہنگامہ شروع ہوگیا تھا اسماء کے کچھ دوست مل کر گا رہے تھے میں کچھ دیر تمہاری طرف دیکھتا رہا تمہاری پیشانی پر پسینے کے قطرے جھلملا رہے تھے میں اٹھ کر تمہارے قریب چلا آیا۔

ہیلو مس۔

جی! تم نے ذرا کی ذرا پلکیں اٹھائی تھیں اور پھر تم گھبرا گئیں سرخ پڑ گئیں اور تمہاری پلکیں لرزنے لگیں۔

مجھے تمہارا اس طرح گھبرا جانا سرخ پڑ جانا اچھا لگا۔

آپ کچھ پریشان ہیں؟

جی ہاں..........نہیں تو۔

تمہاری پلکیں بار بار اٹھ اور گر رہی تھیں۔ میں نے دلچسپی سے تمہیں دیکھا۔

آپ پریشان بھی ہیں اور نہیں بھی یہ بھلا کیا بات ہوئی میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

وہ پلیز ذرا اسماء کو تو بلا دیجئے نا۔

دل تو چاہا تمہیں تنگ کروں لیکن پھر تم پر ترس آ گیا میں نے مڑ کر دیکھا اسماء کچھ دوستوں میں گھری ہوئی حلق پھاڑ پھاڑ کر گا رہی تھی۔

Some Day There Will Be

میں نے اشارے سے اسے بلایا، وہ اسی طرح گاتی ہوئی آ گئی۔

ارے ثمو تم بور تو نہیں ہو رہی ہو اور ہاں یہ ان سے ملو ہو میرے بھائی عارف علی ہیں۔

تم نے اسماء کی طرف دیکھا۔

اسماء پلیز میں گھر جانا چاہتی ہوں۔

مگر یار ابھی تو موسیقی کا بڑا اچھا پروگرام ہے اور پھر ڈنر کے بعد جانا۔

نہیں پلیز۔ مجھے موسیقی سے کوئی دلچسپی نہیں تم کسی کو میرے ساتھ

اسٹاپ تک بھیج دو کیا یہاں آسانی سے میرے گھر تک کی بس یا ویگن

مل جائے گی۔

یہاں سے تو بہت مشکل سے ہی ملے گی البتہ اگر تم واقعی گھر جانا چاہتی

ہو تو عارف چھوڑ آتا ہے کیوں عارف۔

سر تسلیم خم ہے۔

نہیں نہیں شکریہ۔ تم اور بھی گھبرا گئیں۔

میں اکیلی چلی جاؤں گی۔

چھوئی موئی سی تو ہو ذرا باہر دیکھو اندھیرا ہو رہا ہے عارف کے ساتھ

چلی جاؤ یار میرا بھائی ہے اعتبار کرو اس پر۔

بے اعتباری کی بات نہیں ہے اسماء مگر میں اسے مناسب نہیں سمجھتی تم نے مضبوط لہجے میں کہا اور مجھے تمہاری یہ احتیاط اچھی لگی۔

اچھا تو پھر چلو۔ میں تمہارے ساتھ چلتی ہوں۔

اسماء نے آفر کی۔

نہیں اسماء تم انجوائے کرو میں گھر فون کر لیتی ہوں ابو یا بھائی جو بھی گھر پر ہوئے لے جائیں گے۔

یہ بھی ٹھیک ہے۔

اسماء تمہیں لے کر باہر آ گئی میں بھی تمہارے پیچھے پیچھے ہی تھا چلتے چلتے تم نے اسماء سے گلہ کیا۔

تم نے بتایا نہیں تھا اسماء کہ مکس گیدرنگ ہو گی ورنہ میں نہ آتی۔

سوری ثمرین مجھے علم نہیں تھا کہ تم مکس گیدرنگ کو پسند نہیں کرتیں۔

اسماء نے معذرت کی۔

دراصل ہمارا ماحول اس کی اجازت نہیں دیتا، تم نے مڑ کر ایک نظر مجھے
دیکھا اور نمبر ڈائل کرنے لگیں میں وہیں اپنے کمرے میں آ گیا
حالانکہ اسماء نے مجھے آواز بھی دی تھی۔

ڈیئر کزن کہاں بھاگے جا رہے ہو؟

لیکن میرا دل اب اچاٹ ہو گیا تھا۔

اور یہ تم سے میری پہلی ملاقات تھی اور میں اس پہلی ملاقات میں ہی ہر
طرح تم سے متاثر ہوا تھا تمہارا رکھ رکھاؤ تمہاری احتیاط اور تمہارا بے
پناہ حسن میں بے شمار لڑکیوں سے ملا تھا۔

وہ جو یونیورسٹی میں میرے ساتھ پڑھتی تھی۔

اور وہ جو میری عزیز تھیں اور وہ جن کے ساتھ میرا کوئی ناتا نہیں تھا
لیکن جو میرے آس پاس ہی رہتی تھیں میرے ہی طبقے سے تھیں اور

جن سے گاہے گاہے ملاقات ہوتی رہتی تھی۔

بڑے بڑے بزنس مینوں کی بیٹیاں۔

مل اونروں کی لڑکیاں۔

ٹھیکیدار کی بیٹیاں۔ بڑے بڑے افسروں کی لڑکیاں لیکن تم

..........تم مجھے ان سب سے مختلف اور منفرد لگی تھیں ثمو پتا نہیں تم سچ مچ ان سے مختلف تھیں یا یہ خیال میرے اپنے ذہن کی پیداوار تھا لیکن دیکھو اتنے برس گزر جانے کے بعد آج بھی مجھے تمہارے کپڑوں کا رنگ یاد ہے ہے نا عجیب بات مجھے تو یہ تک یاد ہے کہ تمہارے دوپٹے پر مقیش سے ستارے بنے تھے اور تمہارے گلے میں چاندی کا نازک سا لاکٹ تھا اور کانوں میں اسی سے ملتے جلتے ٹاپس تھے لیکن تمہارے بے حد سفید ہاتھوں کی نازک مخروطی انگلیوں میں کوئی انگوٹھی نہ تھی اور تم نے سلور کلر کا جوتا پہن رکھا تھا جو تمہارے بے حد سفید پاؤں میں بہت

اچھا لگ رہا تھا یہ سب کچھ مجھے پوری تفصیل سے آج بھی یاد ہے ثمو

اور اس رات تو میں دیر تک تمہارے بارے میں سوچتا رہا تھا حتیٰ کہ

ڈنر کے لئے بھی نہیں گیا تھا پتا نہیں کیوں مجھے چپ چاپ آنکھیں بند

کر کے تمہارے بارے میں سوچنا اچھا لگ رہا تھا۔

اور پھر کئی دن تک راہ چلتے میں کسی نیوی بلیو کپڑوں والی لڑکی کو دیکھ کر

ٹھٹھک کر رک جاتا تھا کہ کہیں وہ تم ہی نہ ہو اور یونیورسٹی میں مونا

صادق کو غور سے دیکھتے ہوئے مجھے اپنی حماقت پر ہنسی آتی تھی کہ میں

کچھ دن پہلے تک مونا صادق کو دنیا کی حسین ترین لڑکی سمجھتا رہا تھا بلکہ

ایک دو بار تو میں نے بڑی سنجیدگی سے اس کے بارے میں سوچا بھی

تھا کہ اگر زندگی کے سفر میں وہ میرے ہمراہ ہو تو کچھ اتنا برا بھی نہیں

ہے اور میرے اکثر دوستوں کا خیال تھا کہ میں شاید مونا کو ہی اپناؤں

گا مگر اب تمہیں دیکھنے کے بعد جب میں نے مونا کو دیکھا تو مجھے

احساس ہوا کہ وہ تو تمہارے سامنے کچھ بھی نہیں ہے۔

تمہارے حسن میں تو ایک ملکوتی شان تھی ثمو۔

ایک نرالا وقار تھا۔

اور وہ بلاشبہ اس کی رنگت بے حد سفید تھی۔

اس کا قد لانبا تھا۔

اور اس کی سیاہ آنکھیں اس کی سفید رنگت پر بے حد پھیلی لگتی تھیں۔

مگر پھر بھی وہ تمہارے سامنے تو کچھ بھی نہیں تھی ثمو۔ یوں جیسے کسی شہزادی کے سامنے کوئی کنیز۔

یا چاند کے سامنے ستارے۔

بس اسے باتیں کرنے کا فن آتا تھا۔ وہ لمحوں میں مخاطب کو اپنا اسیر کر لیتی تھی شاید اس لیے میں بھی اس سے متاثر ہو گیا تھا لیکن اب تمہارے حسن کا جادو اس کے سحر سے کہیں زیادہ قوی تھا اس لئے تو

اب میں اس سے سرسری انداز میں ملتا یوں جیسے دوسری لڑکیوں سے ملتا تھا اس کے گہری لپ اسٹک میں ڈوبے ہوئے ہونٹ مجھے زہر لگنے لگے تھے وہ سامنے ہوتی تو بار بار تم میری نگاہوں کے سامنے آ جاتیں بھیگے بھیگے گلابی ہونٹ جو اپنی رنگت اور شگفتگی کے لئے لپ اسٹک کے مرہون منت نہ تھے اور وہ میرے توجہ نہ دینے پر روٹھ گئی۔ ناراض ہو گئی لیکن مجھے اس کی ناراضگی کی پرواہ ہی کب تھی اگر تم مجھے نہ ملی ہوتیں تو شاید میں اسے منا لیتا مگر اب تو میں اکثر تمہارے بارے میں سوچا کرتا تھا اور صرف تمہیں دوبارہ دیکھنے کی تمنا میں میں نے اسماء کی کتنی ہی پارٹیوں میں شرکت کر ڈالی لیکن تم پھر دوبارہ مجھے کبھی کسی پارٹی میں نظر نہ آئیں۔

تب ایک روز ایسی ہی ایک پارٹی کے اختتام پر میں نے اسماء سے پوچھ لیا۔

اسمی! وہ تمہاری نئی دوست پھر کبھی نظر نہیں آئی کہیں ناراض تو نہیں ہو گئی تم سے؟۔

کون؟

اسماء نے مجھے گھورا۔

بھئی وہی کیا نام بتایا تھا تم نے اس کا۔ شاید ثمرین۔

خیر تو ہے عافو! تم اس میں اتنے انٹرسٹڈ کیوں ہو رہے ہو۔

اس نے معنی خیز انداز میں آنکھیں مٹکاتے ہوئے کہا تو میں.........

سٹپٹا گیا میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ تمہارے بارے میں قبل از وقت ہی سب کچھ جان لے اور پھر وہ تو ایسی ہی منہ پھٹ تھی کہ جھٹ تم سے جا کر کہہ دیتی کہ۔

میرا بھائی جس کا نام عارف علی ہے دل و جان سے تم پر فدا ہو گیا ہے۔

اور تم پتا نہیں میرے بارے میں کیا سوچو۔

اس لئے میں نے خفگی سے کہا۔

بھلا میں اس میں انٹرسٹڈ کیوں ہونے لگا میں نے تو یونہی پوچھ لیا تھا۔

سوری عافو! میں نے سمجھا کہ کہیں اس کے حسن نے تمہارے دل پر بھی کمندیں پھینک دی ہیں دراصل تم سے قبل اس پر نسیم حفیظ اور احمد سب ہی پورے دل و جان سے فدا ہو چکے ہیں مگر ادھر سدا نو لفٹ کا بورڈ لٹکا رہتا ہے لہٰذا اب وہ اس کے عشق سے مستعفی ہو گئے ہیں۔

دراصل بات یہ ہے مائی ڈیئر کزن کہ! اس کا تعلق ایک ایسی فیملی سے ہے جو کچھ کچھ دقیانوسی ہے اور ہمارے ہاں چونکہ مکس پارٹیاں ہوتی ہیں اس لئے وہ نہیں آتی حالانکہ میں ہمیشہ اسے انوائٹ کرتی ہوں۔

اور مجھے تھوڑی سی مایوسی ہوئی کہ اب شاید میں تمہیں دوبارہ نہ دیکھ سکوں اور پھر صرف تمہیں دیکھنے کی تمنا میں میں نے اسما کے کالج میں ہونے والے فنکشنز میں شرکت کی لیکن تم مجھے وہاں کبھی نظر نہ آئیں

شاید تم ان فنکشنز میں بھی شریک نہیں ہوتی تھیں۔

اور انہی دنوں میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ لڑکی جو میری شریک حیات بنے گی وہ صرف تم ہی ہو گی اور تعلیم ختم ہوتے ہی میں ممی سے تمہارے لئے بات کروں گا اور اس بات کا تو مجھے یقین تھا ہی کہ ممی یا پاپا میری بات کبھی نہیں ٹالیں گے دراصل اس معاملے میں وہ سختی کے قائل نہ تھے اور بڑے فراخ دل تھے میرے چھوٹے چچا نے اپنی پسند سے جس لڑکی سے شادی کی تھی اس کا تعلق نچلے طبقے سے تھا اور پھر اس کا خاندانی پس منظر بھی کچھ اچھا نہ تھا لیکن پاپا نے چھوٹے چچا سے صرف ایک ہی بات کی تھی کہ میرے لئے صرف اتنا جان لینا ہی کافی ہے کہ تم اسے پسند کرتے ہو اور زندگی تو تمہیں ہی گزارنا ہے۔

اور تم..........

تمہارا تعلق تو ایک کھاتے پیتے خوش حال اور باعزت گھرانے سے تھا

تمہارے ابو کی کپڑے کی دکان تھی اور تمہارے بڑے بھائی گورنمنٹ کے اعلیٰ عہدے پر فائز تھے تمہارا اپنا ذاتی گھر تھا اور تمہارے ابو کے پاس ایک 78 ماڈل کی ٹیوٹا تھی سو میں مطمئن تھا لیکن یہ کس قدر احمقانہ بات تھی چمو کہ میں نے تمہارے بارے میں بالکل سوچا ہی نہیں تھا کہ انکار تمہاری طرف سے بھی ہو سکتا ہے اور یہ کہ تمہاری منگنی وغیرہ تو نہیں ہو چکی، بس میں اس خیال سے خوش تھا کہ تمہیں اپنانے میں مجھے کوئی مشکل درپیش نہیں ہوگی کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔

اور جب میں نے فیصلہ کر لیا تو میں دل ہی دل میں تمہیں اپنی ملکیت سمجھنے لگا اور اکثر یہ سوچ سوچ کر کڑھتا رہتا کہ آخر تم نے ایک ایسے کالج میں ایڈمشن کیوں لیا تھا جہاں کو ایجوکیشن تھی اس خیال سے ہی میرے آگ لگ جاتی تھی کہ نہ جانے کتنی نظریں تمہارے چہرے پر پڑتی ہوں گی کتنے لوگ تمہیں سراہتے ہوں گے اور یہی بات ایک بار

میں نے شادی کے بعد تم سے پوچھی تھی اور تب تم نے بتایا تھا کہ ایک تو وہ کالج تمہارے گھر سے قریب تھا اور تمہارا بھائی وہاں پڑھتا تھا دوسرے تمہارے نمبر اتنے اچھے تھے کہ یہ تمہارا حق تھا کہ تم اتنے اچھے کالج میں ایڈمشن لیتیں۔

مجھے اپنے امتحانوں کا بڑی شدت سے انتظار تھا ثمو لیکن امتحان سے فارغ ہوتے ہی پاپا نے مجھے کچھ مشینری خریدنے کے لئے جرمنی بھیج دیا اور جب میں مشینری بجھوا چکا تو پاپا کا خط آ گیا کہ میرا رزلٹ آ گیا ہے اور میرا ایڈمشن امریکہ میں ہو گیا ہے اس لئے میں وہیں سے امریکہ سدھار جاؤں۔

پاپا کا ٹیلیکس ملنے کے بعد میں نے سب سے پہلی جو بات سوچی وہ تمہارے بارے میں تھی۔

کیا میں تمہیں پا سکوں گا، اور جب چار سال بعد میں لوٹوں گا تو کیا

تم.......

اس سے آگے میں کچھ نہیں سوچنا چاہتا تھا اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی خواہش مجھے تھی لیکن پہلے میں تمہارے بارے میں اطمینان چاہتا تھا میں کچھ اتنی افراتفری میں آیا تھا کہ آتی بار اسماء سے تمہارے بارے میں بات نہ ہوسکی تھی اور اب میں نے سوچا تھا پہلی فرصت میں ہی خط لکھ کر اسے تمہارے بارے میں احساسات سے آگاہ کروں گا اور پھر فراغت پاتے اور سکون ملتے ہی میں نے سب سے پہلے اسے پوری تفصیل سے خط لکھا اور جواب کا انتظار کرنے لگا۔

پھر اس کا خط ملا اسماء نے پہلے تو مجھے خوب کھری سنائی تھیں کہ میں نے اسے اپنے راز سے آگاہ کیوں نہیں کیا تھا ورنہ اب تک اس نے کچھ نہ کچھ کرلیا ہوتا یعنی جیسے بھی ممکن ہوتا تمہاری انگلی میں میرے نام کی انگوٹھی پہنا دی ہوتی اور پھر اس نے لکھا تھا کہ وہ اور ممی دو تین بار

تمہارے گھر جا چکی ہیں لیکن کوئی امید افزا بات نظر نہیں آئی دراصل

تمہارے والدین کا کہنا تھا کہ وہ لڑکے کو جب تک نہ دیکھیں کیسے ہاں

کر سکتے ہیں اور یوں بات تمہاری وطن واپسی پر ٹل رہی ہے۔

اس کے بعد میں نے دو تین بار اسماء کو فون کیا اور کہا کہ اگر ضرورت ہو

تو میں کچھ دنوں کے لئے وطن آ جاتا ہوں میں تمہیں کھونا نہیں چاہتا ثمو

! میرے ذہن میں بیوی کے لئے جو تصور تھا صرف تھا ہی اس پر پوری

اتر سکتی تھی لیکن اسماء تمہاری بات نظر انداز کر دیتی میں تمہاراذ کر کرتا تو

وہ عافیہ آپی اور عابدہ کا تذکرہ لے بیٹھتی تب بدل ہو کر میں نے اس

سے تمہارے بارے میں پوچھنا ہی چھوڑ دیا اسماء نے تو یقیناً بھرپور

کوشش کی ہو گی مگر تمہارے والدین ہی نہ مانے ہوں گے کتنے ہی دن

تک میں دل شکستگی سے سوچتا رہا کہ شاید میرے اور تمہارے ستارے

نہیں ملتے اور تمہاری صورت بار بار میری نگاہوں کے سامنے آتی رہی

گھبرائی گھبرائی سہمی سہمی۔

دمکتے رخساروں کے ساتھ۔

نیوی بلو۔جھلملاتے دوپٹے کے ہلاے میں چھپی تمہاری شبیہ ہمیشہ

میرے اردگرد آس پاس ہی چکراتی رہی۔حالانکہ وہاں بہت سے

حسین چہرے تھے۔

ہسپانیہ کی زنتاشا۔

جرمنی کی ریٹاالیگزندر۔

امریکہ کی سونیا۔

اور پھر سب سے بڑھ کر مونا صادق علی جو ایک شام ایک ڈیپارٹمنٹل

سٹور میں مجھے مل گئی تھی۔

اور جسے باتیں کرنے کا فن آتا تھا۔

جس کی ادائیں اسیر کرتی تھیں۔

جس کا حسن جادو اثر تھا۔

اور میں جو اندر سے تمہاری طرف سے مایوس ہو گیا تھا ایک بار پھر اس کی طرف جھکنے لگا دل میں ایک موہوم سی امید بھی تھی کہ شاید جب میں وطن لوٹوں تو تم .... مگر یہ کیسی احمقانہ بات تھی کہ نہ میں نے تم سے کوئی عہد و پیمان کیے تھے اور نہ ہی تم نے کوئی قسمیں کھائی تھیں اور پھر وہ نازک بندھن بھی نہ بندھا تھا جو تمہیں میرے انتظار کے لئے مجبور کرتا۔

اس لئے میں مونا کی طرف جھکتا گیا وہ تقریباً روز ہی مجھ سے ملنے لگی دراصل وہ بھی تعلیم کی غرض سے ہی آئی تھی اور اپنے انکل کے ساتھ ان کے اپارٹمنٹ میں مقیم تھی اس کے انکل تقریباً دس سال سے امریکہ میں مقیم تھے اور ان کا اپنا ایک ڈیپارٹمنٹل سٹور تھا مجھے اس بات کا اعتراف ہے ثمو کہ امریکہ میں قیام کے دوران زنتاشا، ریتا، سونیا

سب ہی میرے بہت قریب آ گئی تھی مگر اکثر ان کی موجودگی میں بھی

میں نے تمہارے بارے میں سوچا تھا ثمو۔ ان کے ہاتھوں کو اپنے

ہاتھوں میں لیتے ہوئے ان کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے

ان سے محبت کی گفتگو کرتے ہوئے ہمیشہ تمہارا تصور میرے اندر ہی

اندر کہیں چکراتا پھرا تمہیں جسے میں نے صرف ایک بار دیکھا تھا لیکن

تمہارا نقش اتنا گہرا تھا کہ اکثر میں ان کی موجودگی سے بیزار ہو جاتا تھا

اور یکا یک میرا دل چاہتا وہ مجھے تنہا چھوڑ دیں لیکن پھر بھی جب کوئی

دوست میرے اور مونا کے بارے میں اظہار خیال کرتا تھا تو میں

خاموش رہتا تھا لمحہ بھر کو تمہارا چہرہ میری آنکھوں کے سامنے آ کر

دھندلا جاتا تھا اور میں سوچتا تھا۔

شاید مونا ہی میری منزل ہے۔

دراصل اس کے جادو سے نکلنا مشکل ہو جاتا تھا اور جب ایک بار مونا

اور اس کے انکل کے بارے میں ثام اور منیر رضا میرے اپارٹمنٹ میں بیٹھ کر گھٹیا باتیں کر رہے تھے تو میرا سارا وجود غصے سے کانپ اٹھا تھا اور میں نے دونوں کو اپنے اپارٹمنٹ سے نکال دیا تھا اور سعد گل نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے نرمی سے کہا تھا۔

یار! وہ کچھ غلط بھی نہیں کہہ رہے ہیں وہ رضیہ خان تو اس کی گہری سہیلی ہے نا وہی ایک دن سب کو بتا رہی تھی اور وہ کون سا اس کا سگا انکل ہے بس یونہی ہے۔

لیکن مجھے سعد گل کی بات پر بھی اعتبار نہیں تھا البتہ بعد میں جب میں نے کئی اور لوگوں سے بھی اس کے بارے میں سنا اور خود اپنے کانوں سے بھی اس کے انکل کو یہ کہتے سنا کہ اسے مونا بہت پسند ہے اور اگر ممکن ہو سکا تو وہ اس سے شادی کر لے گا۔

اور مجھے مونا سے بڑی کراہیت محسوس ہوئی تھی کہ اگر ایسی ہی کوئی بات

تھی تو پھر اسے ایک مقدس رشتے کا نام دینے کی کیا ضرورت تھی اور

میں مونا سے متنفر ہو کر زنتاشا کی طرف جھک گیا لیکن یقین کرو ثمو یہ

سب تم سے شادی سے پہلے کے چکر تھے تم سے شادی کرنے کے بعد

تو میں نے کسی لڑکی کو نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا میری نگاہوں

اور میرے دل میں تو بس تمہاری ہی تصویر ہمیشہ کے لئے ثبت ہو کر رہ

گئی تھی۔

وہ بڑا آزاد معاشرہ تھا ثمو، وہاں میری آنکھوں نے ایسے ایسے مناظر

دیکھے کہ ساری دنیا سے میرا اعتبار اٹھ گیا تھا مگر اس بے اعتباری کے

موسم میں کبھی کبھی تمہارے اعتبار کا چراغ جل اٹھتا تھا مدھم سی لو دیتا ہو

اور میں سوچتا کہ یہ ممکن ہے جب میں وطن لوٹ کر جاؤں تو تم میرا

انتظار کر رہی ہو مگر یہ کس قدر احمقانہ بات تھی ثمو ہمارے درمیان کب

کوئی عہد و پیمان ہوئے تھے لیکن پھر بھی ایک آس تھی جو نا امیدی کے

اندھیروں میں کسی ننھی سی کرن کی طرح چمک اٹھتی تھی۔

اور یہ کتنا بڑا المیہ تھا ثمو کہ میں جو ہمیشہ تمہارے بارے میں سوچتا رہا تھا
کہ وطن جاتے ہی اسماء سے تمہارے بارے میں بات کروں گا۔ وطن
آیا تو پہلے چند دن تو اسماء کی شادی کے سلسلے میں اتنی مصروفیت رہی کہ
مجھے تنہائی میں اس سے بات کرنے کا موقع ہی نہ مل سکا اور پھر شادی
کے فوراً بعد ہی وہ اور عابد ہنی مون کے لئے یورپ چلے گئے بہت پہلے
سے ہی انہوں نے یورپ کی سیاحت کا پروگرام بنا رکھا تھا اور پاپا نے
مجھے کراچی بھیج دیا کیونکہ چھوٹے چچا اکیلے تھے اور وہاں پروڈکشن اتنی
بڑھ گئی تھی کہ تنہا پوری ملز کے معاملات دیکھنا ان کے لئے مشکل ہو گیا
تھا میں اگر اداس ہو رہتا تو شاید کبھی نہ کبھی تمہارا خیال مجھے تمہیں کھوجنے
پہ مجبور کرتا لیکن کراچی کی زندگی بڑی تیز تھی اور میں بے طرح
مصروف ہو گیا تھا لیکن اس مصروف زندگی میں بھی کئی رنگینیاں تھیں

اور میں یہ رنگینیاں سمیٹنے اور تھکن اتارنے کبھی کبھی کلب چلا جاتا تھا۔

وہاں نینا اسد علی خان تھی۔

موٹے موٹے مگر ائریکٹو نقوش والی سانولی سی..........نینا اسد علی خان۔

جس کے پاپا کا امپورٹ ایکسپورٹ کا بڑا وسیع کاروبار تھا اور جو کلب کی روح رواں تھی۔

سجیلا مہتاب۔

جو اسٹیج پر گاتی تھی تو دلوں کی دھڑکنیں رک جاتی تھیں مسز اسفندیار جو جلال ملک پر مرمٹی تھیں۔

اور زوبیا فاروق۔

جس کے جسم کے سارے نقوش بڑے دل آویز تھے اور جو مونا صادق کی طرح باتیں کرنے کا فن جانتی تھی۔

یہ سب آزاد ماحول کی پروردہ تھیں شوخ وشنگ ہر وقت چہکتی ہوئی کبھی اس کی بانہوں میں بانہیں ڈالے کبھی اس کے ہاتھوں میں ہاتھ دیئے اور وہ اس کے لئے کبھی شرمندہ نہ ہوتی تھیں کہ یہ ان کے ایٹیکیٹس میں شامل تھا۔

نینا نے خود مجھے اپنے کئی بوائے فرینڈز سے ملایا تھا اور یہ حقیقت ہے کہ میں کچھ کچھ نینا سے متاثر ہو چلا تھا کیونکہ جب میں اسے کسی کلب کے دوسرے ممبر کے ساتھ دیکھتا تو میرا سارا وجود تپ اٹھتا تھا۔

نینا ہنستی۔

یار تم اتنے نیرو مائنڈڈ کیوں ہو یہ سب تو ایٹیکیٹس میں شامل ہے۔

لیکن میں جو پشتی رئیس تھا اندر سے میری ذہنیت شاید متوسط طبقے کی سی تھی نینا جسے ایٹیکیٹس کہتی تھی وہ مجھے بے غیرتی لگتی تھی اور شاید یہی وجہ ہے کہ جب اسماء اور عابد کی واپسی پر میری شادی کا مسئلہ اٹھا تو کئی

برسوں بعد ایک بار پھر تمہارا چہرہ میری نگاہوں کے سامنے آگیا شاید

میرے لاشعور میں ابھی بھی تمہارا خیال موجود تھا اور مجھ جیسا آدمی

شادی کے لئے صرف تم جیسی لڑکی کو ہی منتخب کر سکتا تھا۔

سنو اسماء تم نے اتنی ڈھیر ساری لڑکیوں میں اس کا تو نام ہی نہیں لیا

جس سے مجھے شادی کرنا ہے۔

نینا اس علی خان۔

اسماء نے شرارت سے عابد کی طرف دیکھا۔

جناب! ہم نے یہاں آتے ہی تمہارے اور نینا کے بارے میں

ڈھیروں باتیں سن لی تھیں اور میں نے جان بوجھ کر تمہارے سامنے

اس کا نام نہیں لیا کہ جناب خود منہ سے پھوٹیں گے ویسے اچھی لڑکی

ہے۔

تمہارا انتخاب کچھ اتنا برا نہیں یار۔

عابد نے ہنستے ہوئے کہا اور میرے سامنے پھر تم آ گئیں شرمائی شرمائی گھبرائی گھبرائی سی۔

نیوی بلو جھلملاتے ستاروں والے دوپٹے کے ہالے میں چھپا تمہارا چہرہ۔

ہاں واقعی میرا انتخاب برا نہیں۔ میں نے اپنے آپ سے کہا۔ لیکن کاش........کاش میں اسے پا سکتا۔

ارے تم نام تو لو جانِ برادر ہم تمہارے لئے آسمان سے تارے توڑ لائیں گے۔

عابد بھائی نے میرے کندھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے شوخی سے کہا۔

نام بھی بتا دوں گا لیکن پہلے۔ میں نے بات نامکمل چھوڑی۔

اچھا اسماء سنو۔ وہ تمہاری دوست ثمرین تھی نا۔ کیا اس کی شادی ہو گئی ہے۔

تھوڑی دیر بعد میں نے اس سے دھڑکتے دل سے پوچھا۔

ثمرین!

اسماء اچھل پڑی۔

تم ابھی تک اسے نہیں بھولے عارف۔؟

ہاں امی مجھے صرف ثمرین جیسی لڑکی ہی خوش رکھ سکتی ہے یہ نینا، مینا، بینا ایسی لڑکیاں مجھے خوش نہیں رکھ سکتیں پتا نہیں یہ کتنوں کی بانہوں میں جھولی ہوں گی کتنوں سے محبت کے دعوے کیے ہوں گے یہ احساس مجھے کہاں خوش رہنے دے گا۔

رہے نا وہی قنوطی ارے وہ تو بڑی بورسی لڑکی ہے لیکن بہر حال۔

مگر تم نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ اس کی شادی ہو چکی ہے۔؟

میرے یورپ جانے تک تو نہ شادی ہوئی تھی نہ منگنی دراصل اس کے ماموں اور چچا دونوں ہی اپنے بیٹوں کے لئے خواہش مند تھے اور وہ

لوگ ابھی تک اس خوف سے کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہے تھے کہ کہیں ایک کے حق میں فیصلہ کرنے پر دوسرا ناراض نہ ہو جائے۔

پھر؟

پھر کیا۔ کوشش کریں گے۔ اگرچہ اس وقت تو انہوں نے انکار کر دیا تھا لیکن تب تم بھی یہاں نہیں تھے اب تم ہو۔ وہ تمہیں اچھی طرح ٹھونک بجا کر دیکھ بھال سکتے ہیں۔

اسماء نے وعدہ کیا تھا کہ وہ لاہور جاتے ہی اس سلسلے میں کچھ کرے گی اور تب میں نے پہلی بار بڑے درد سے خدا سے تمہیں مانگا تھا اور خدا نے میری سن لی تھی پہلے تو تمہارے ابو نے صاف انکار کر دیا تھا کہ وہ صرف اپنے برابر والوں میں ہی رشتہ کریں گے مگر پھر پتا نہیں نہ جانے کیسے نہ جانے کتنی کوششوں سے اسماء اور ممی نے انہیں رضامند کر لیا۔ شاید اوپر آسمانوں پر ہمارا ملن طے پا چکا تھا ورنہ میری غیر حاضری

میں تمہاری کہیں بھی شادی ہو سکتی تھی شاید میرے جذبے اور میری لگن سچی تھی تم اندازہ نہیں کر سکتیں ثمو کہ میں کتنا بے اندازہ خوش تھا۔ میں نے تمہیں ایک طویل انتظار کے بعد پایا تھا تم بالکل ویسی ہی تھیں جیسی میں سوچا کرتا تھا شرمیلی معصوم۔ ان پانچ سالوں میں تم ذرا بھی نہیں بدلی تھیں بالکل ویسی ہی تھیں جیسا میں نے تمہیں اسماء کی برتھ ڈے پر دیکھا تھا۔

اب بھی میں ذرا وارفتگی سے تمہیں دیکھتا تو تمہارے رخساروں پر شفق دوڑنے لگتی کبھی وہ سرخ پڑتے کبھی گلابی کبھی ایک دم سفید ہو جاتے مجھے دھوپ چھاؤں کا یہ کھیل بہت اچھا لگتا تھا میرا دل چاہتا تھا کہ میں سارا وقت تمہیں اپنے سامنے بٹھائے دیکھتا رہوں اور ابھی شادی کے بعد والی عورتوں کا سلسلہ ختم بھی نہ ہوا تھا کہ میں تمہیں لے کر کراچی چلا آیا وہاں بھی سب نے تمہیں سراہا تمہارے حسن کی تعریف

کی۔حتیٰ کہ نینا نے بھی مگر ساتھ ہی اس نے بڑی نخوت سے کہا تھا۔

تمہاری بیوی بہت خوبصورت ہے عارف مگر یہ متوسط طبقے کی لڑکیاں بڑی دبی دبی سی ہوتی ہیں شاید یہ تمہارے ساتھ سوسائٹی موو نہ کر سکے مجھے اس کا تبصرہ برا لگا تھا۔

وہ تم سے زیادہ تعلیم یافتہ ہے نینا اسد علی خان اور جہاں تک کلب جانے کی بات ہے میں تو خود چاہتا ہوں کہ میری بیوی پر کسی غیر مرد کی نظر نہ پڑے۔

بینا اکثر چلی آتی تھی اور تمہاری موجودگی میں ہی مجھے بڑی بے تکلفی سے مخاطب کرتی میں پریشان ہو جاتا تھا۔

عارف یار چلو۔ذرا کلب چلتے ہیں بڑا اچھا موسیقی کا پروگرام ہے۔
اور جب میں انکار کر دیتا تو تم سے گلہ کرتی۔

اوہ بھابی! آپ نے اسے ڈل کر دیا ہے پہلے تو۔

لیکن تم نے مجھ سے کبھی بینا کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا حالانکہ
میں ڈرتا تھا کہ اگر تم نے کبھی پوچھ لیا تو میں کیا کہوں گا اور یہ تمہارے
ظرف کی باندی تھی اور میری مجبوری یہ تھی کہ میں نہ تو اسے اپنے گھر
آنے سے منع کر سکتا تھا اور نہ اسے ایسی گفتگو سے روک سکتا تھا لیکن
میں بینا کے بار بار کہنے کے باوجود کبھی اسے گھر یا کلب لے کر نہیں گیا
دراصل تمہارے معاملے میں میں اتنا پوزیسو تھا کہ میرا بس چلتا تو
تمہیں کسی ڈبیا میں بند کر کے رکھتا تم سے شادی کے بعد میں نے کئی
دوستوں سے ملنا چھوڑ دیا تھا۔

فاروق احمد سے.........

جو عورتوں کے معاملے میں بڑا ہی ندیدہ تھا۔ ہر خوبصورت لڑکی کو دیکھ
کر اس کی رال ٹپک پڑتی تھی۔

عاطف عزیز سے۔

جس کے اب تک نہ جانے کتنے اسکینڈل بن چکے تھے اور ان دنوں ایک شادی شدہ لڑکی کے ساتھ اس کا افیئر چل رہا تھا۔

یہ میری محبتوں کی انتہا تھی شمو! کہ میں تمہیں ہر ایک سے چھپا کر رکھنا چاہتا تھا کسی شادی بیاہ یا کسی فنکشن میں جانا پڑتا تو میری نگاہیں تمہیں اپنے حصار میں لیے رکھتیں جب میں کسی کو تمہاری طرف دیکھتے پاتا تو مجھ پر عجیب سی جھنجھلاہٹ طاری ہو جاتی تمہاری موجودگی میں کبھی میں کسی فنکشن میں لطف اندوز نہ ہو پایا۔ میری نگاہیں تمہیں ہی کھوجتی رہتی تھیں دراصل میں تمہارے لئے ڈرتا تھا شمو۔ تم نے دنیا نہیں دیکھی تھی تم اپنے گھر سے کبھی باہر نہیں نکلی تھیں اور میرے اردگرد کا ماحول اس ماحول سے بالکل مختلف تھا جس سے تم آئی تھیں۔

یہاں مونا صادق جیسی لڑکیاں تھیں۔

جنہوں نے مقدس رشتوں کے نام کو بھی بدنام کر رکھا تھا۔

مسز اسفند یار تھیں جو اپنے خوبصورت امیر شوہر کی موجودگی میں اس نو عمر لڑکے جلال ملک کے پیچھے بھاگتی پھر رہی تھیں اور وہ کالج کا نوعمر لڑکا جلال ملک ان کے عشق میں دیوانہ ہو رہا تھا۔

میں تمہیں اس مسموم فضا سے بچانا چاہتا تھا شمو۔ اس لئے میں نے پارٹیوں اور فنکشنوں میں شرکت کرنا ہی چھوڑ دیا اور اگر کہیں بہت ضروری جانا پڑتا تو اکیلا ہی چلا جاتا۔ تم نے ایک دو بار کہا بھی۔

آپ لوگوں سے کیوں کٹ کر رہنا چاہتے ہیں عارف۔ لوگ باتیں کرتے ہیں۔ آدمی اپنے عزیزوں اپنے رشتہ داروں سے کٹ کر نہیں رہ سکتا۔

مگر میں تمہیں کیا بتاتا کہ میں لوگوں سے کیوں کٹ گیا ہوں میں تمہیں ان کی گرسنہ نظروں سے بچانا چاہتا ہوں محفوظ رکھنا چاہتا تھا۔

لوگوں نے باتیں کیں... عارف مغرور ہے بدل گیا ہے مگر مجھے کسی کی

باتوں کی پرواہ نہیں تھی میرے لئے اتنا ہی کافی تھا کہ تم میرے پاس رہو میری نگاہوں کے سامنے۔ مجھے اور کسی کی خوشنودی نہیں چاہیے تھی۔

عافیہ آپی آئیں تو انہوں نے مجھے اچھی خاصی جھاڑ پلا دی۔

یہ کیا حماقت ہے عافو تم نے بے چاری لڑکی کو بند کر کے رکھ دیا ہے اس اجنبی شہر میں جہاں اس کا کوئی اپنا نہیں ہے یوں بند رہ کے تو وہ پاگل ہو جائے گی ارے گھومو پھرو۔ اسے لے کر پارٹیوں میں جایا کرو۔ سب گلہ کرتے ہیں تمہارا۔

مگر یہ سب کچھ تو میرے اختیار میں نہیں تھا تم عافیہ آپی کے دس سالہ وید اور آٹھ سالا شنو سے لڈو کھیلتیں تو بھی میں جیلس ہو جاتا بس کچھ ایسی ہی فطرت تھی میری۔

عافیہ آپی اور فرید بھائی چونکہ مستقل طور پر کراچی آ گئے تھے اس لئے

میں لاہور واپس آ گیا تا کہ عابد بھائی کا ہاتھ بٹا سکوں اور لاہور میں آ

کر میں تھوڑا سا پرسکون ہو گیا مگر یہاں بھی میں دعوتوں میں کم ہی جاتا

حتیٰ کہ عابد کے ہاں ہونے والے فنکشنز میں بھی کم ہی شریک ہوتا

عابد اور اسماء گلہ کرتے لیکن میں ٹال جاتا ایک ہی گھر تھا لیکن پورشن

الگ الگ تھے اگر کبھی آفس سے آتا اور تم اپنے پورشن کے بجائے

دوسرے پورشن میں ہوتیں تو مجھے غصہ آ جاتا میں محسوس کرتا تھا کہ یہ

تمہارے ساتھ زیادتی ہے لیکن میں اپنی فطرت کا کیا کرتا شمو۔

میں نے دنیا کی ساری آسائشیں تمہارے قدموں پر لا کر ڈھیر کر دیں

ڈھیروں جیولری، کپڑے ہر خوبصورت کپڑا جو میں دیکھتا میرا دل چاہتا

کہ تمہارے لئے خرید لوں۔ اگر چہ تم اس فضول خرچی پر کڑھتی بھی تھی

لیکن میں ہنس دیتا۔

مت سوچا کرو کہ یہ فضول خرچی ہے شمو۔ یہ تو میرے دل کے ارمان

ہیں۔

اور تم چپ کر جاتیں۔

میرا دل چاہتا تھا ثمو! کہ تم ہر وقت ہر لمحہ میرے لئے سوچو۔ مجھ پر توجہ دو تو جب تمہارے بھائی اور صبا یہاں آتیں اور تم ان کی خاطر داری میں مصروف ہو جاتیں ہنستے مسکراتے ہوئے ان سے باتیں کرتیں تو لاشعوری طور پر میری پیشانی پہ شکنیں پڑ جاتیں اور اندر ہی اندر میں غصے میں کھولتا رہتا تم پوچھ پوچھ کر تھک جاتیں کہ کیا بات ہے لیکن میں تمہیں کیا بتاتا ثمو کہ مجھے کس بات پر غصہ آیا ہے. تمہیں میرے اس قسم کے رویے سے الجھن تو ہوتی ہو گی۔

ثمو! مجھے یاد ہے ایک بار تمہارے خالہ زاد بھائی کی شادی تھی اور تمہیں شادی میں شرکت کے لئے جانا تھا اور مل میں کچھ جاپانی مشینری لے کر آئے ہوئے تھے اس لئے میرا جانا ممکن نہ تھا مگر دل تمہیں اکیلا

بھتیجے کو نہیں چاہ رہا تھا حالانکہ تم اپنے والدین کے ساتھ جانا چاہتی تھی

تمہاری خالہ ملتان میں رہتی تھیں اور جب میں نے تم سے کہا کہ شادی

سے ایک دن پہلے جائیں گے تب تمہارا موڈ آف ہو گیا تھا۔

آپ مجھے امی کے ساتھ بھیج دیتے اور خود بعد میں آجاتے۔

لیکن میں اتنا حوصلہ کہاں سے لاتا ثمو سو تمہاری خوشنودی کے لئے

سارے پروگرام کینسل کر دیئے سب ملاقاتیں ملتوی کر دیں اور

سارے کام چھوڑ کر تمہارے ساتھ ملتان چلا آیا۔

تمہیں میری محبتوں کی شدت کا کبھی اندازہ نہیں ہو سکتا ثمو خود مجھے بھی

نہیں معلوم تھا کہ میں تمہیں اتنی شدت سے چاہتا ہوں کہ تمہارے بنا

ایک پل کاٹنا بھی مشکل ہو جائے گا اس کا اندازہ تو مجھے تب ہوا تھا کہ

جب مجھے اچانک امریکہ ایک کام کے سلسلے میں جانا پڑا تھا حالانکہ

میں نے کوشش تو بہت کی تھی کہ میرے بجائے عابد ہی چلا جائے لیکن

ان دنوں اسماء کی طبیعت کچھ ناساز تھی اس لئے مجھے ہی جانا پڑا اور وہاں وقت کاٹنا مجھے دوبھر ہو گیا حالانکہ امریکہ ویسا ہی تھا۔

آزاد، بے باک، رنگین۔

اور وہاں زنتاشا بھی تھی۔

اور سونیا بھی لیکن میں کسی سے بھی نہ ملا۔ یقین کرو گی ثمو تم سے شادی کے بعد میں نے قسم کھائی تھی کہ کسی چہرے پر نگاہ نہ ڈالوں گا اور آج تک میں نے کسی چہرے کو ایسی نظر سے نہیں دیکھا جس سے تمہیں دیکھتا تھا اور سچ تو یہ ہے کہ تمہارے بعد کوئی چہرہ نظر میں جچا ہی نہیں۔

رات کو جب میں اپنے ہوٹل میں آتا تو تھکن بے چینی اور افسردگی مجھے گھیر لیتی کبھی کبھی تو میرا دل چاہتا تھا کہ دھاڑیں مار مار کر روؤں یہ تمہاری کیسی محبت تھی ثمو جس نے مجھے ناکارہ کر دیا تھا اکثر فون پر بات کرتے کرتے جب میری آواز بھرا جاتی میں رسیور رکھ دیتا تم نے کئی

بار پوچھا بھی تھا کہ آخر میں بات کرتے کرتے ریسور کیوں رکھ دیتا

ہوں لیکن میں تمہیں اپنے پاگل پن کے بارے میں کیا بتاتا تم ہنستیں

ثمو۔

جانے یہ دس دن میں نے کتنی مشکل سے کاٹے تھے ثمو لیکن جب عابد

نے فون کر کے مزید قیام کے لئے کہا تو تڑپ اٹھا۔

ایک شرط پر عابد! ثمرین کو بھی یہاں بھجوا دو تمہیں تو میں ایک دن بھی

نہیں رکوں گا۔

اور عابد نے نہ جانے کیسے بھاگ دوڑ کر کے کتنی مشکلوں سے تمہیں بھجوا

دیا اور تمہارے آنے سے میں ایک دم ہلکا پھلکا ہو گیا یہ غالباً زندگی کے

خوبصورت ترین دن تھے ہم خوب گھومے خوب سیریں کیں خوب

لطف اٹھایا تم بھی تو بہت خوش تھیں تمہیں یاد ہو گا ثمو وہ جوڑا جن کا کمرہ

ہوٹل میں ہمارے کمرے کے ساتھ تھا دونوں میاں بیوی ہمیں کس

قدر سراہتے تھے اور پھر ایک روز مسٹر شبیر حسین کی بیوی کی طبیعت خراب ہوگئی اسے ہاسپٹیل جانا پڑا تو وہ اپنا بچہ تمہارے پاس چھوڑ گئے اور بچے کے سلسلے میں جب شبیر حسین دو تین بار ہمارے کمرے میں آیا تو میں چڑ گیا۔

کوئی ضرورت نہیں ان کے بچے کو سنبھالنے کی۔

مگر عارف! انسانی ہمدردی بھی تو کوئی چیز ہوتی ہے وہ بے چارے پردیس میں ہیں۔

ہمیں نہیں چاہیے یہ انسانی ہمدردی۔

اور تم خاموش ہوگئیں لیکن جب تم بدستور بچے کے کام میں مصروف رہیں تو میں نے دوبارہ اپنی بات دہرائی لیکن تم بچہ واپس کرنے کو تیار نہ تھیں اور میں کھانا کھائے بغیر ہی سو گیا تم سے بات کیے بغیر وہ تو اچھا ہوا کہ اگلی صبح مسز شبیر آ گئیں اور تم نے مجھے منا لیا لیکن تم افسردہ تھیں۔

آپ کو مجھ پر اعتماد نہیں ہے عارف! حالانکہ میں ان لڑکیوں سے مختلف ہوں جن کو آپ نے دیکھا ہے برتا ہے۔

جانتا ہوں ثمو! تم ان سے مختلف تھیں جبھی تو میں نے تمہیں منتخب کیا تھا۔

تو پھر آپ مجھ پر اعتماد کیوں نہیں کرتے، لیکن یہ اعتماد کی بات نہیں تھی ثمو میں تمہیں اپنی ذہنی کیفیت کے بارے میں کیا بتاتا میرا ذہن کہانیاں بنانے میں بڑا زرخیز تھا۔ جب میں نے شبیر کو تم سے باتیں کرتے دیکھا تو خود بخود میرے ذہن میں کہانی بنتی چلی گئی بس اب شبیر تمہیں اپنے دام میں پھنسائے گا اور تم شبیر کی محبت کا دم بھرنے لگو گی اور پھر مجھے چھوڑ کر............ حالانکہ شبیر میرے مقابلے میں کچھ نہیں تھا علم میں شکل میں عمر میں ہر لحاظ سے پھر اس کی بیوی تھی بچہ تھا لیکن پتا نہیں کیوں نینا اسد علی خان، مسز اسفند یار اور مونا صادق نے

میرے ذہن کو زہر آلود کر دیا تھا۔

ازدواجی زندگی کے یہ دو برس ایسے ہی چھوٹے چھوٹے واقعات سے بھرے ہوئے تھے ثمو۔ ان دو برسوں میں میرے آنگن میں دو پھول کھلے مانی اور رومی۔ دونوں مجھے بے حد پیارے تھے ان سے بھی میری محبتوں میں اتنی ہی شدت ہے ثمو تمہیں یاد ہے اگر کبھی تم انہیں فیڈ کرنے میں دیر کر دیتی تھیں تو مجھے غصہ آ جاتا تھا میں تو ہمیشہ ہی سے بہت جذباتی اور حساس ہوں حیران ہوں کہ اتنا بڑا صدمہ میں نے کیسے برداشت کر لیا ہے تمہاری جدائی کے دکھ کو میں کیسے سہہ گیا ہوں شاید مانی اور رومی کے لئے میں جو ایک پل کے لئے بھی تم سے جدائی کا تصور نہیں کر سکتا تھا اب ستر دنوں سے اس عذاب کو سہہ رہا ہوں یہ سب کچھ تو اچانک ہوا ہے ثمو۔ یوں جیسے اچانک آسمانی بجلی گر پڑے اور مکینوں کو خبر تک نہ ہو۔

مگر شاید یہ سب کچھ اچانک نہیں تھا بلکہ کچھ عرصے سے اندر ہی کوئی لاوا پک رہا تھا جو اچانک بہہ نکلا۔ تم کچھ عرصے سے جھنجلائی رہنے لگی تھیں میں نے اکثر محسوس کیا تھا کہ تمہیں ذرا ذرا سی بات پر غصہ آنے لگا ہے بعض اوقات تم معمولی سی بات پر گھنٹوں بحث کرتیں اونچا بولتیں اور پھر خود ہی رونے لگ جاتیں میں نے تم سے کئی بار پوچھا تھا ثمو کیا بات ہے تم کچھ پریشان ہو لیکن ہر بار تم نے یہی کہا کہ کوئی بات نہیں بچے تنگ کر دیتے ہیں تھکا دیتے ہیں اور مجھ سے غصہ برداشت نہیں ہوتا۔

اور پھر انہی دنوں عافیہ آپی کراچی سے آ گئیں ان کے بچے کتنے بڑے بڑے ہو گئے تھے نوید جو تمہاری شادی کے وقت صرف دس سال کا تھا اب بھرپور جوان تھا خوبصورت اسمارٹ اور زندہ دل۔ شنو اور رینو بھی کتنی بڑی ہو گئی تھیں نوید نے چند ہی دنوں میں سب کو اپنا گرویدہ بنا لیا

تھا مانی سے لڈو کھیل رہا ہے رومی کو ہوا میں اچھال رہا ہے گدگدا رہا ہے سیر کرانے لے جا رہا ہے عابد کے بچے بھی اس کے دیوانے تھے میں نے محسوس کیا تھا کہ اس کے آنے کے بعد تمہاری جھنجھلاہٹ کچھ کم ہو گئی ہے میں نے خود ہی نوید سے کہا تھا۔

یار تم تو فارغ ہوان دنوں۔ کچھ وقت مانی اور رومی وغیرہ کو دے دیا کرو۔

یس سر۔

نوید نے کہا تھا اور اکثر جب میں آفس سے آتا تو نوید ادھر ہی ہوتا کبھی مانی اور رومی سے کھیلتا ہوا کبھی انہیں مزے مزے کی کہانیاں سناتا ہوا اکثر تم کچن وغیرہ میں مصروف ہوتیں اور کبھی کبھی وہیں بیٹھی انہیں کھیلتے دیکھ رہی ہوتیں کئی بار ایسا بھی ہوا کہ میں آفس سے آیا اور آرام کرنے لگا لیکن تم اور وہ یدی ٹی وی لاؤنج میں وی سی آر پر فلم لگا کر بیٹھ

گئے اور کبھی ایسا بھی ہوا کہ یونہی بیٹھے رات گئے تک گپیں لگاتے
رہے نوید اپنے کالج کے قصے خوب نمک مرچ لگا کر تمہیں سناتا اور تم
بڑی توجہ سے سنتیں اور اکثر اپنے کالج کی باتیں اسے سنایا کرتی تھیں
میں بظاہر لیٹا ہوتا تھا لیکن دل دھیان تمہاری باتوں کی طرف ہی ہوتا
تھا۔

ایک روز میں آیا تو تم مانی، اور نوید لڈو کھیل رہے تھے تمہارے
رخساروں پر شفق دوڑ رہی تھی اور تم نوید سے جھگڑا کر رہی تھیں میرے
آنے کا نوٹس لیے بغیر تم نوید سے لڑتی رہیں کہ وہ بے ایمانی کرتا ہے
تب نوید نے میری طرف دیکھتے ہوئے فریادی لہجے میں کہا۔
انکل پلیز دیکھیے۔ آپ کی مسز جب ہارنے لگی ہیں تو روتی ہیں۔
اور تم گوٹیں وہیں پھینک کر اٹھ کھڑی ہوئیں اور اسے مکہ دکھاتے
ہوئے کچن میں چلی گئیں۔

نوید نے زور سے قہقہہ لگایا اور میں بھی ہنستا ہوا تمہارے پیچھے کچن میں آ گیا تم جلدی جلدی کھانا نکلوا رہی تھیں میری نگاہیں تمہارے ہاتھوں پر پڑیں تم نے کیوٹکس لگا رکھی تھی بہت دنوں بعد میں نے تمہارے ہاتھوں پر کیوٹکس لگی دیکھی تھی۔

آج تو بڑی کیوٹکس لگائی ہوئی ہے کیا بات ہے؟

میں نے مذاق کیا لیکن نہ جانے کیوں تمہارے چہرے کا رنگ یکا یک بدل گیا تھا اور تمہارے مسکراتے لب بھینچ گئے تھے پھر کھانے کی ٹیبل پر بھی تم خاموش رہی رہیں بے حد سنجیدہ سنجیدہ سی نوید کے لطیفوں پر بھی تمہیں ہنسی نہیں آئی تھی اور تم زیادہ تر مانی اور رومی کے ساتھ مصروف رہیں۔

نوید نے مذاق کیا۔

بہت ڈرتی ہیں۔

وہ بہت بے تکلفی سے بات کرتا تھا لیکن مجھے اس وقت اس کی بے تکلفی اچھی نہیں لگی اور میں نے تمہاری طرف دیکھا۔

یہ تو تم آنٹی سے ہی پوچھو کہ میرے سامنے یہ ایسی سنجیدہ کیوں ہو جاتی ہیں۔

نہ چاہتے ہوئے بھی میرے لہجے میں تلخی آ گئی تھی تب تم نے نظر اٹھا کر دیکھا اور ہنس دیں بھئی تمہارے انکل ٹھہرے بڑے آدمی ان سے ڈر کر ہی رہنا چاہیے۔

اور یوں بات مذاق میں ختم ہو گئی لیکن اب مجھے نوید کا آنا کھلنے لگا تھا جب دیکھو ادھر ہی بیٹھا گپیں لگا رہا ہے اور ....ایک دن میں نے یونہی سرسری طور پر تم سے پوچھا بھی تھا کہ کیا نوید سارا دن یہیں بیٹھا رہتا ہے کبھی گھر نہیں جاتا۔

وہاں بور ہوتا ہے تو ادھر آ جاتا ہے۔

حیرت ہے اتنے سارے لوگوں میں بور ہو جاتا جب کہ ادھر تم اکیلی ہو

تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا تھا اور میں غیر ارادی طور پر مسز اسفند یار اور جلال ملک کے متعلق سوچتا رہا کہ پتا نہیں ان کے اس طوفانی عشق کا کیا انجام ہوا تھا اور اس بے چارے کے دل پر کیا گزری تھی۔

نوید کو ایڈنبرا یونیورسٹی میں ایڈمشن مل گیا تھا اور وہ بہت خوش تھا ایک ماہ بعد اسے چلے جانا تھا اس کے اعزاز میں ابھی سے دعوتیں شروع ہو گئیں تھیں اس روز نوید کی اپنے چچا کے ہاں دعوت تھی ہم لوگ بھی انوائیٹڈ تھے میرا جانے کا قطعی موڈ نہیں تھا لیکن پھر تمہیں جانے کے لئے تیار دیکھ کر خود بھی تیار ہو گیا قریب ہی تو ان کا گھر تھا نوید پہلے سے وہاں موجود تھا اور ہمارے وہاں پہنچتے ہی وہ تمہیں بلا کر باہر لے

گیا تم نے ایک نظر مڑ کر مجھے دیکھا تو اسماء نے کہا۔

ثمی ! جاؤ نا نوید تمہیں بلا رہا ہے۔

کیا بات ہے ویدی یہیں بتا دو۔

تم نے اسے کہا بھی لیکن وہ نہ مانا اور ضد کی۔

آپ آیئے تو سہی۔

تم اٹھ کر چلی گئیں مجھے نوید پر بے حد غصہ آ رہا تھا اور میرا دل چاہ رہا تھا کہ میں تمہارے پیچھے جاؤں لیکن پھر ضبط کیے بیٹھا رہا تھوڑی دیر بعد تم دونوں اندر آئے تو تم ہنس رہی تھیں اور نوید کے چہرے پر بھی مسکراہٹ تھی میں جل ہی تو گیا۔

نوید خوبصورت تھا۔ جوان تھا۔ زندہ دل تھا اور تم اس کی معیت پر خوش رہتی تھیں۔

اندر آ کر تم بجائے میرے قریب آنے کے اسماء کے پاس چلی گئیں اور

مجھے تمہارا نوید کے ساتھ زیادہ گھلنا ملنا پسند نہیں ہے۔

مگر وہ تمہارا بھانجا ہے عارف۔

میرا بھانجا ہے تمہارا تو نہیں۔

تم.........تم عارف یہ کیا کہہ رہے ہو۔

صحیح کہہ رہا ہوں ثمو مجھے کسی پر اعتماد نہیں ہوتا۔

اور تم نے پتا نہیں کیا کہا تھا میں نے سنا ہی نہیں عمران خان نے بڑا زبردست کیچ لیا تھا میرا دھیان ادھر ہو گیا اور پھر تم اٹھ کر چلی گئی جب میں ٹی وی بند کر کے آیا تو تم سو رہی تھیں صبح بھی مجھے جلدی آفس جانا تھا اس لئے ابھی تم سو ہی رہی تھیں کہ میں نے خانساماں کو ناشتے کا کہا اور آفس چلا گیا تم اتنی دیر تک تو کبھی نہیں سوئی تھیں شاید تمہاری طبیعت خراب تھی اس لئے میں نے تمہیں جگانا مناسب نہیں سمجھا تھا اور پھر جب میں آفس سے آیا تو خالی گھر بھائیں بھائیں کر رہا تھا بچے

نوید کے پاس تھے اور تم.........تم گھر پر نہیں تھیں۔

کیا ثمرین بتا کر نہیں گئی کہ وہ کہاں جا رہی ہے۔؟

میں نے عافیہ آپی سے پوچھا۔

وہ کہہ رہی تھی کہ ذرا امی سے ملنے جا رہی ہے۔

خیریت تو تھی۔

میں گھبرا گیا تم یوں بغیر بتائے تو کبھی نہیں گئی تھیں۔

ہاں کہہ رہی تھی یونہی ملنے جا رہی ہوں۔

اور میں بچوں کو لے کر گھر آ گیا اور تمہیں فون کیا۔

کیا بات ہے ثمو بغیر بتائے کیوں آ گئی ہو سب خیریت سے تو ہیں نا۔

ہاں۔

اچھا تو پھر کب لینے آؤں؟

میں نے خوش دلی سے پوچھا تو جواب میں تم نے جو کہا ثمو اس نے تو

میرے پاؤں تلے سے زمین نکال دی تم نے کہا تھا ثمو کہ مجھے آنے کی ضرورت نہیں ہے اور یہ کہ تم کبھی لوٹ کر نہ جانے کے لئے آئی ہو۔

مگر کیوں ثمو؟

میں نے تم سے پوچھنا چاہا تھا لیکن تم نے فون رکھ دیا اس کے بعد میں نے کئی بار تمہیں فون کیا ہے لیکن تم نے تو بات کرنے سے ہی انکار کر دیا ہے مجھے میرا قصور تو بتا دیا ہوتا ثمو میں نے تو تمہیں کبھی کچھ نہیں کہا ثمو، تمہارے قدموں میں دنیا کی ہر خوشی ڈھیر کرنی چاہی تھی پھر یکا یک تم نے یہ اتنا بڑا فیصلہ کیوں کر لیا مجھ سے الگ کر مجھ سے بچھڑ کر جی سکو گی ثمو........ پھر تم بچوں کو بھی چھوڑ گئی ہو اور یہ ایک لحاظ سے اچھا ہی ہوا بچوں میں الجھ کر میں تمہاری جدائی کا دکھ سہہ گیا ہوں نہیں تو ٹوٹ کر بکھر جاتا اور اب بھی.......... اب بھی کچھ نہیں کہہ سکتا کہ میں تمہارے بغیر جی سکوں گا یا نہیں۔ ابھی تو ایک آس سی ہے کہ شاید تم

لوٹ آؤ۔شاید پلٹ آؤ تمہیں مجھ سے کوئی شکایت تھی تو مجھ سے کہا

ہوتا...........بتایا ہوتا میں تمہاری شکایت کا ضرور احترام کرتا لیکن تم

تو بغیر کچھ بتائے چلی گئی ہو اور اب تو تم مجھ سے بات کرنے کی بھی

روادار نہیں مجھ سے کیا تم نے تو کسی سے بھی بات کرنے اور ملنے سے

انکار کر دیا ہے عافیہ آپی، اسماء، نوید، عابد بھائی کوئی بھی تمہیں نہیں

لا سکے نوید تو بڑے مان سے تمہیں لینے گیا تھا لیکن تم نے اس سے بھی

ملنے سے انکار کر دیا تم تو بڑی نرم دل بڑی حساس تھی پھر یکایک تم نے

اپنا دل پتھر کیوں کر لیا ہے شمو۔

اسماء، عافیہ آپی، ممی، پاپا، عابد، فرید بھائی سب ہی مجھ سے پوچھتے ہیں

کہ آخر تم کیوں چلی گئی ہو مگر تم ہی بتاؤ شمو میں انہیں کیا بتاؤں کہ تم

کیوں چلی گئی ہو مجھے تو خود کچھ پتا نہیں۔بس ایک بڑا سا سوالیہ نشان

ہے اور میں ہوں تم ہی بتاؤ شمو میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر تم

ہمیں کیوں چھوڑ کر چلی گئی ہو، آخر کیوں ثمو کیوں؟

☆☆☆

درونِ ذات

درونِ ذات ہیں شیشوں کی بستیاں آباد
بہت سنبھال کے اے رازؔ ہی نگر رکھنا

اور لوگ کہتے ہیں میں بے وقوف ہوں یا شاید پھر میں پاگل ہو گئی ہوں بھلا یوں بھی کوئی اپنا بنا بنایا گھر اجاڑتا ہے جیسے تم اجاڑ رہی ہو ثمرین علی۔

میری ماں مجھے دیکھ کر ٹھنڈی آہیں بھرتی ہے وہ منہ سے کچھ نہیں کہتی

لیکن میں جانتی ہوں کہ وہ بھی دل میں یہی سمجھتی ہے کہ میرا دماغ

خراب ہے یا پھر میں بے وقوف ہوں لیکن میں اسے کیسے سمجھاؤں کہ

نہ تو میرا دماغ خراب ہے اور نہ ہی میں بے وقوف ہوں میں تو خود کچھ

سمجھ نہیں پا رہی ہوں بس یوں لگتا ہے جیسے کوئی صدیوں کی محنت کے

بعد ایک حسین عمارت بنائے اور وہ یکا یک اچانک گر کر ختم ہو جائے

اور میرا وجود بھی اس کے ملبے کے نیچے دب گیا ہو، میں تو خود لہو لہو ہو

رہی ہوں زخموں سے نڈھال پڑی ہوں دوسروں کی سوال کرتی

کھوجتی آنکھوں کا کیا جواب دوں اور میں آنکھوں میں چھپے ان

ہزاروں سالوں سے بچنے کے لئے ادھر ادھر چھپتی پھر رہی ہوں۔

میری بھابیاں مجھے دیکھ کر آپس میں سرگوشیاں کرتی ہیں اتنا

خوبصورت وجیہہ اتنا پڑھا لکھا اتنا دولت مند، اتنا چاہنے والا ارے

کس چیز کی کمی ہے ثمرین کو۔ ایسا شائستہ مہذب خاوند۔ پیارے

لیکن میں جانتی ہوں کہ وہ بھی دل میں یہی سمجھتی ہے کہ میرا دماغ
خراب ہے یا پھر میں بے وقوف ہوں لیکن میں اسے کیسے سمجھاؤں کہ
نہ تو میرا دماغ خراب ہے اور نہ ہی میں بے وقوف ہوں میں تو خود کچھ
سمجھ نہیں پا رہی ہوں بس یوں لگتا ہے جیسے کوئی صدیوں کی محنت کے
بعد ایک حسین عمارت بنائے اور وہ یکایک اچانک گر کر ختم ہو جائے
اور میرا وجود بھی اس کے ملبے کے نیچے دب گیا ہو، میں تو خود لہولہو ہو
رہی ہوں زخموں سے نڈھال پڑی ہوں دوسروں کی سوال کرتی
کھوجتی آنکھوں کا کیا جواب دوں اور میں آنکھوں میں چھپے ان
ہزاروں سوالوں سے بچنے کے لئے ادھر ادھر چھپتی پھر رہی ہوں۔
میری بھابیاں مجھے دیکھ کر آپس میں سرگوشیاں کرتی ہیں اتنا
خوبصورت وجیہہ اتنا پڑھا لکھا اتنا دولت مند، اتنا چاہنے والا! ارے
کس چیز کی کمی ہے ثمرین کو۔ ایسا شاندار صاحب خاوند۔ پیارے

پیارے بچے سب کچھ چھوڑ دیا نہ کوئی لڑائی ہوئی نہ جھگڑا اماں ٹھنڈی سانس بھرتی ہیں بس چپ چاپ چھوڑ کر چلی آ گئی کوئی بات تو ہو گی۔

بھابیوں کی متجسس نظریں میرے وجود کے آر پار ہوئی جاتی ہیں۔

کیا بات ہو گئی بھئی کیس نک سک سے درست بجی سنوری رہتی تھی۔

ہاں میرا جسم تو ثابت و سالم ہے ٹکڑے تو میری روح ہوئی ہے میرا دل ہوا ہے اس نے سارے وار تو میری روح اور دل پر کیے ہیں میں سوچتی ہوں اور بڑی بھابی کبھی مجھے سمجھاتی ہیں دراصل بڑی بھابی کو مجھ سے کچھ کچھ ہمدردی ہے کہ جب وہ بیاہ کر اس گھر میں آئی تھیں تو میں صرف سات آٹھ سال کی بچی تھی۔

چھوٹی موٹی باتیں تو ہر گھر میں ہوتی رہتی ہیں ثمو لیکن تمہاری طرح کوئی گھر برباد نہیں کرتا۔ اب بھی وقت ہے لوٹ جاؤ اپنا گھر اپنا ہی ہوتا ہے آج تم اپنی انا کے زعم میں چلی تو آئی ہو چندا لیکن زندگی گزارنا

مشکل ہو جائے گا۔

زندہ رہنا عذاب لگے گا تمہیں۔

زندہ رہنا مشکل ہوتا اگر میں زندہ ہوتی مگر میں زندہ ہی کب ہوں میں تو اسی دن اسی وقت، اسی لمحے مرگئی تھی۔

تو نے اپنے دل کو اتنا پتھر کیوں کرلیا ہے ثمو عارف بہت پریشان ہے ایک بار اس کی بات تو سن لو۔ اتنے پتھر مت بنو۔

پتھر۔ ....نہیں میرا دل تو بہت نازک تھا پھول کی پتی سے کٹ جانے والا لالے کی طرح شبنم کے قطرے سے داغدار ہو جانے والا اگر پتھر ہوتا تو یوں ریزہ ریزہ کرچی کرچی نہ ہوتا۔

کیا بچے بھی تجھے یاد نہیں آتے۔

بچے! میرے دل سے خون رسنے لگا۔

میں انہیں بھولی ہی کب ہوں جو وہ مجھے یاد آتے وہ تو ہر لمحہ ہر پل میری

قدرت کے کھیل

دو ایسے پریمیوں کی کہانی۔ جنہوں نے نہ صرف ایک دوسرے کو چاہا بلکہ ماریں بھی کھائیں ذلیل ہوئے لیکن انہوں نے ہمت نہ ہاری جب تک وہ ایک نہ ہو گئے۔

آنکھوں کے سامنے رہتے ہیں مگر میں خود انہیں چھوڑ آئی ہوں اس لئے..........اس لئے کہ عارف بچوں کے بغیر نہیں رہ سکتے انہیں بچوں سے بہت پیار ہے۔

اور تم..........تم رہ سکتی ہو بچوں کے بغیر؟

کوئی میرے اندر سرگوشی کرتا ہے۔

میں........مگر مجھے تو اب ان کے بغیر رہنا ہی ہے تب تک جب تک جسم کے اندر سانس کی ڈوا ٹکی ہوئی ہے میں نے اپنا آپ اس سے الگ کرلیا ہے لیکن اس کے بچے اس سے الگ نہیں کر سکتی نہیں چھین سکتی، کیونکہ مجھ میں اتنا حوصلہ نہیں ہے کہ میں اسے ٹوٹتے اور بکھرتے ہوئے دیکھ سکوں میں تو بہت بزدل ہوں۔

بھابی کی سمجھ میں میری باتیں نہیں آتیں وہ جھنجھلا کر چلی جاتی ہیں۔

تم پاگل ہوگئی ہو شمو۔

پھر صبح سے شام تک ڈھیروں ٹیلی فون کالز عارف کے دوستوں کی میری سہیلیوں کی، ہمارے ملنے والوں کی، عارف کے دوست کہتے ہیں۔

بھابی یہ سب کیا ہے؟

پلیز بھابی اب غصہ تھوک دیں۔

گھر آجائیں بھابی عارف بہت پریشان ہے۔

یہ اور ایسی بہت سی باتیں۔

پھر میری سہیلیوں کی سرزنش۔

تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے ثمرین۔

یہ ہم کیا سن رہے ہیں۔

ایسا محبت کرنے والا چاہنے والا خاوند۔

کیوں آخر کیوں کیا تم نے یہ ثمو۔

اور میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے تم ہی کہو..........عارف علی حیدر کہ میں کیا کہوں وہ سب بھی تو صحیح کہتے ہیں اور میں اس سے کب انکار کیا ہے تم نے واقعی مجھے بے حد بے حساب چاہا ہے بہت دیا ہے مجھے محبتیں آسائشیں سہولتیں سب کچھ۔ کیا کچھ نہیں تھا میرے پاس۔

خوبصورت گھر۔ پیارے پیارے بچے اور تمہاری لافانی محبت کس چیز کی کمی تھی مجھے.........پھر بھی.........پھر بھی اتنا کچھ ہونے کے باوجود تم نے مجھے ریزہ ریزہ کر دیا عارف علی حیدر میرے پندار کو میری خودداری کو میری انا کو کچل دیا ہے یہ کیسی محبت تھی تمہاری مجھے لگتا ہے جیسے تمہاری یہ محبتیں چاہتیں ریاکاری تھیں فریب تھیں دھوکا تھیں۔

حالانکہ میں جانتی ہوں عارف علی ایسا نہیں ہے تمہاری چاہت اور تمہاری محبت اپنی صداقت میں اٹل ہے تمہاری محبت میں کوئی کھوٹ

نہیں ہے تم اب بھی مجھے اسی سچائی سے چاہتے ہو میں محسوس کر سکتی ہوں کہ تمہارے دن اور تمہاری راتیں کتنی پریشان ہوں گی تم کس طرح ٹوٹتے ہو گے۔ کس طرح بکھرتے ہو گے اسی لئے تو میں بچوں کو تمہارے پاس چھوڑ آئی ہوں تا کہ وہ تمہیں ٹوٹنے سے بکھرنے سے بچائے رکھیں جب سے آئی ہوں تب سے لے کر اب تک نہ جانے تمہارے کتنے فون آ چکے ہیں تم نے سب سے باری باری التجا کی ہے کہ صرف ایک بار میں تمہاری بات سن لوں لیکن پتا نہیں کیوں میرا دل نہیں پگھلتا نرم نہیں ہوتا حالانکہ اسماء نے فون پر مجھ سے کہا تھا۔

وہ بہت جذباتی ہے ثمو! بہت حساس ہے مجھے ڈر ہے کہ وہ کہیں کوئی غلط قدم نہ اٹھالے۔

مگر مجھے یقین تھا عارف علی کہ مانی اور رومی تمہیں ایسا نہیں کرنے دیں گے اس لئے تو میں انہیں تمہارے پاس چھوڑ آئی ہوں حالانکہ سارا

دن مانی کی آواز میرے کانوں مین گونجتی ہے میں چونک کر ادھر اُدھر
دیکھتی ہوں کبھی یوں محسوس ہوتا ہے جیسے رومی رو رہا ہو اور میں آدھی
آدھی رات تک کمرے میں ٹہلتی رہتی ہوں میری نیندیں مجھ سے روٹھ
گئی ہیں تم اس ماں کے دل کا اندازہ نہیں کر سکتے عافو جو خود اپنے
بچوں کو چھوڑ آئی ہو مگر دس سالہ ازدواجی زندگی میں تم نے مجھے جو کچھ
دیا ان سب کا صلہ میں نے مانی اور رومی کی صورت میں تمہیں لوٹا
دیا ہے میں تمہارے احسانوں کا بوجھ اپنے اوپر نہیں رکھنا چاہتی اس
لئے تو میں نے خود اپنا دامن خالی کر لیا ہے۔
تم تو بہت حساس بہت جذباتی ہو عارف علی حیدر لیکن کتنی عجیب بات
ہے کہ اتنے حساس ہو کر بھی تم یہ کبھی نہ جان سکے کہ تم کس کس انداز
میں میرے شیشے پر ضربیں لگاتے رہے ہو اور یہ آخری ضرب تو اتنی
شدید تھی کہ سب کچھ ختم ہو گیا مٹ گیا۔

ٹن.......ٹن........فون کی گھنٹی بج رہی ہے اور میں ساکت نظروں سے اسے دیکھ رہی ہوں مجھے پتا ہے یہ فون تمہارا، عابد بھائی کا، اسماء کا، ویدی کا یا پھر ممی کا ہو گا یہ سب جو میرے اور تمہارے ہمدرد ہیں ہم سے محبت کرتے ہیں اور ہمارے گھر کو اجڑنے برباد ہونے سے بچانا چاہتے ہیں لیکن جو بستیاں اجڑ جائیں وہ کیسے بسائی جا سکتی ہیں جو شیشے ٹوٹ جائیں وہ کیسے جڑ سکتے ہیں......عارف علی۔

گھنٹی بج رہی ہے اماں نے آ کر رسیور اٹھا لیا ہے۔

عارف ہے۔

وہ زخمی نظروں سے مجھے دیکھ رہی ہیں لیکن میں ساکت بیٹھی رہی اماں جانتی ہیں کہ مجھے اس سے بات نہیں کرنا ہے پھر بھی پر امید نظروں سے مجھے دیکھ رہی ہیں۔

ایک بار پھر سوچ لے اثمو۔

اب سوچنے کے لئے رہ ہی کیا گیا ہے کچھ بھی تو سلامت نہیں رہا۔
میرے اندر جو کچھ ٹوٹ گیا ہے ریزہ ریزہ ہو گیا ہے اب کیسے جڑ سکتا ہے بھلا کرچیاں بھی کبھی جڑی ہیں اماں۔
ثموں ایک بار میری جان اس کی بات تو سن لے۔
اماں نے رسیور میرے ہاتھ میں تھما دیا ہے۔
ثمو.........پلیز میری بات سن لو ایک بار میرا قصور تو بتا دو۔

ہاں یہ تمہاری آواز ہے عافو۔ یہ آواز..........جسے سن کر اب دو بچوں کی ماں ہو کر بھی میرا دل دھڑک اٹھتا تھا جب کبھی تم کسی کام کے لئے آفس سے فون کرتے تو تمہاری آواز سنتے ہی میرا دل تیزی سے دھڑک اٹھتا تھا اور رخساریوں تپ اٹھتے تھے جیسے میں کوئی نئی نویلی دلہن ہوں اور میری شریانوں میں دوڑتا خون یک دم گرم ہو جاتا تھا اور تم جتنی دیر باتیں کرتے رہتے دل کی دھڑکنیں ڈوبتی اور ابھرتی

رہتیں مگر آج............آج تمہاری آواز سن کر یہ کیسی خنک سرد اور

ٹھنڈی سی لہر سارے وجود میں دوڑ گئی ہے جیسے موت کی خنکی ہولے

ہولے میری شریانوں میں اتر رہی ہو۔

ثمو! تم رو دیئے ہو۔

ایک بار میرا قصور بتا دو پلیز۔ یہ تم ہمیں کس جرم کی سزا دے رہی ہو۔

جرم قصور۔

میں نے ریسور کریڈل پر ڈال دیا ہے ہاں مجھے تم سے بات نہیں کرنا

عارف علی حیدر پھر فائدہ بھی کیا بات کرنے کا میں تمہیں کیا بتاؤں کہ

تمہارا کیا قصور ہے تم نے کیا جرم کیا ہے سنو عافو تم نے میری روح کو

قتل کیا ہے مجھے مار ڈالا ہے مگر کیسے یہ اگر میں تمہیں بتاؤں تو تم ہنس

پڑو گے۔

ارے ثمو! اتنی معمولی سی بات پر رو رہی ہو۔ یہ تو عام سی باتیں ہیں

یونہی بائے دے وے کی ہوں گی۔

مگر میرے لئے یہ معمولی بات نہیں ہے کسی ایک آدمی کا مر جانا، اس کا قتل ہو جانا معمولی بات نہیں ہے عافو مگر کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں جو کہی نہیں جا سکتیں ان کی وضاحت نہیں ہو سکتی انہیں صرف محسوس کیا جا سکتا ہے مگر تم انہیں میرے بتانے پر بھی محسوس نہ کر سکو گے مرد ہو نا اس لئے تمہیں صرف اپنی محبتوں اور وفاؤں پر فخر ہے جو بھی ملتا ہے یہی کہتا ہے کہ عارف نے تمہیں اتنا چاہا اتنی محبت دی محبت تو میں نے بھی تم سے کی تھی عارف علی حیدر بالکل ایسے ہی جیسے کوئی باوفا اور حساس عورت اپنے شوہر سے کر سکتی ہے میں نے بھی نہ تم سے پہلے اور نہ شادی کے بعد کسی چہرے پر غلط نگاہ ڈالی پھر لوگ یہ کیوں کہتے ہیں کہ تمہاری محبت اور تمہاری چاہت مجھ سے زیادہ تھی نہیں عافو یہ جھوٹ ہے تمہاری محبت میں وہ پختگی نہ تھی جو میری محبت میں تھی محبت تو آدمی

کے دل کو وسعت عطا کرتی ہے فراخ کرتی ہے اسے مگر یہ تمہاری محبت کیسی تھی جس نے تمہیں تنگ نظر بنا دیا تھا جب کہ میری محبت نے تو میرے دل کو وسیع کر دیا تھا میں تو تمہاری اس پرانی دوست بینا اسد علی خان سے بھی بڑے کھلے دل اور وسیع ذہن کے ساتھ ملتی تھی جس کے بارے میں مسز اسفند یار نے نہ جانے کتنی باتیں مجھے بتائی تھیں مگر مجھے تو تم پر اعتماد تھا عافو۔ اس لئے تو میں نے مسز اسفند یار کی باتوں پر دھیان نہیں دیا تھا حالانکہ شادی سے پہلے میں نے تمہیں دیکھا تک نہیں تھا۔

اسماء کی برتھ ڈے پارٹی میں اگرچہ تم بھی تھے اور تم نے مجھ سے کوئی بات بھی کی تھی لیکن مجھے بالکل یاد نہیں تھا جب پہلی بار اسماء اور ممی تمہارے لئے ہمارے گھر آئی تھیں تو اسماء نے مجھے یاد دلایا تھا کہ میں اس کی برتھ ڈے پر تم سے مل چکی ہوں لیکن چونکہ وہاں اور بھی لڑکے

تھے اور میں نے خصوصیت سے کسی کی طرف نہیں دیکھا تھا اس لئے

اسماء کے یاد کروانے کے باوجود کہ تم نے مجھ سے کوئی بات کی تھی مجھے

یاد نہ آ سکا کہ تم کیسے تھے یعنی تمہاری شکل وصورت کیسی تھی دراصل اس

روز تو میں ذہنی طور پر کچھ اپ سیٹ سی تھی اسماء کے بہت مجبور کرنے پر

آ تو گئی تھی لیکن مجھے قطعی اندازہ نہ تھا کہ وہاں مکس گیدرنگ ہو گی

دراصل ہمارے گھر کا ماحول ایسا نہ تھا کہ میں بے تکلفی سے ایسی

پارٹیوں میں شرکت کرتی اور خود مجھے ذاتی طور پر بھی کچھ اچھا نہ لگ رہا

تھا اس لئے میں جلدی لوٹ آئی تھی میرے فون کرنے پر رضوان

بھائی آ کر مجھے لے گئے تھے۔

اسماء اور ممی کئی بار آئیں مگر ابو بڑے لوگوں سے رشتے ناتے کرنے

کے قائل نہ تھے۔ میری اپنی ذاتی رائے بھی یہی تھی کہ رشتہ اپنے برابر

والوں میں ہی ہونا چاہیے جب کہ ہمارے گھروں کے ماحول میں

زمین و آسمان کا فرق تھا تم ایک مل اونر کے بیٹے تھے اور میرے باپ
کی کپڑے کی ایک دکان ہی تھی اور ابو نے اسماء اور ممی کو یہ کہہ کر ٹال دیا
کہ جب تک وہ لڑکے کو دیکھیں نہ وہ کس طرح ہاں کر سکتے ہیں اور
یوں بات وقتی طور پر ختم ہو گئی تھی یونیورسٹی میں ایک بار اسماء نے
تمہاری تصویریں مجھے دکھائی تھیں لیکن میں نے دھیان نہیں دیا تھا
کیونکہ میں ایک بے بنیاد بات پہ محل تعمیر نہیں کرنا چاہتی تھی اور پھر یوں
بھی گھر میں رشتے موجود تھے میرے چچازاد بھائی جنید واپڈا میں
ایکس ای این تھے اور میرے ماموں زاد بھائی عازب بزنس کرتے
تھے چچا اور ماموں دونوں ہی ہمارے گھر رشتہ کرنے کے خواہاں تھے۔
جب امی نے میری رائے پوچھی تو میں نے فیصلہ ان کی رائے پر چھوڑ
دیا یوں بھی میں شادی سے پہلے کی محبت کی قائل نہیں تھی میرے لئے
دونوں ایک جیسے تھے میرے ماں باپ جس کے ہاتھ میں میرا ہاتھ

تھما تے وہی میری محبتوں کا حق دار تھا لیکن شاید اوپر آسمانوں پر میرا اور تمہارا بندھن طے پا چکا تھا کہ ابو جو چچا اور ماموں سے بات کرنے والے تھے کہ وہ خود ہی فیصلہ کریں انہیں تو دونوں ہی عزیز ہیں اچانک بیمار پڑ گئے اور جب وہ ہاسپٹل سے آئے تو رضوان بھائی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ٹانگ کے زخم خراب ہوئے اور پھر سال بھر اسی پریشانی میں کٹ گیا یوں کوئی نہ کوئی بہانہ بنتا رہا تھا کہ ایک بار پھر اسماء اور ممی وہی درخواست لے کر آ گئیں۔

عجیب بات ہے کہ سبھی اس رشتے کی مخالفت کر رہے تھے لیکن پھر بھی یہ رشتہ طے پا گیا بقول تمہارے شاید خدا نے تمہاری دعا سن لی تھی یا پھر ممی اور اسماء کی پر خلوص کوششوں نے اماں اور ابا کے دل کو نرم کر دیا تھا خود اسماء نے جب مجھے بتایا تھا کہ تم امریکہ جیسے ملک میں بھی مجھے نہیں بھولے تو مجھے خوشگوار سی حیرت ہوئی تھی۔

کہ تم جس نے مجھے صرف ایک نظر ایک بار دیکھا تھا ابھی تک مجھے یاد
رکھے ہوئے ہو۔ مجھے تمہاری جذبے کی پختگی اور گہرائی پر حیرت ہوئی
تھی اور اس احساس سے کہ تم جو ایک مل اونر کے بیٹے ہو اتنی اچھی
اچھی لڑکیوں کو نظر انداز کر کے مجھ سے ایک متوسط طبقے کی لڑکی سے
شادی کرنا چاہتے ہو پہلی بار میرا دل ایک اجنبی کے لئے عجیب انداز
میں دھڑکا تھا اور جب امی نے میری رائے پوچھی تو میں انکار نہ کر سکی
کہ شاید اندر ہی اندر تمہیں دیکھے بغیر ہی تم سے متاثر ہو گئی تھی اور یوں
بقول تمہارے تم نے مجھے ایک طویل اور کٹھن انتظار کے بعد پا لیا تھا۔
اس رشتے پر ہمارے سب رشتے داروں نے خوشی کا اظہار کیا تھا حتیٰ
کہ خود جنید بھائی اور عازب بھائی نے تمہاری تعریف کی تھی اور کہا تھا
کہ واقعی ثمرین کے لئے عارف بہت مناسب ہے اور جنید بھائی تو
اپنی ہنس مکھ طبیعت کی وجہ سے مجھے اکثر تمہارے نام سے چھیڑتے

تھے ہم نے ایک ہی گھر میں پرورش پائی تھی اور ہمارے درمیان ایسی

محبت تھی جیسی سگے بہن بھائیوں میں ہوتی ہے چچا جان نے مجھ میں

میرے تینوں بھائیوں میں اور اپنے بچوں میں کبھی کوئی فرق محسوس

نہیں کیا تھا اور ابا جان کے فیصلے کو سراہا تھا سب ہی میری خوش قسمتی پر

رشک کر رہے تھے اور کہتے تھے کہ میں قسمت کی بڑھی دھنی ہوں تین

بھائیوں کی اکلوتی بہن اور اب ایک اتنے بڑے گھر میں بہو بن کر جا

رہی ہوں ماموں آتے تو میرے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہتے۔

ہماری ثمو تو راج کرنے کے لئے ہی پیدا ہوئی تھی۔ بھلا میرے

چھوٹے سے گھر میں کیا تھا جی۔

اور تم عافو اس خلوص اس محبت کی سچائی کو کبھی پا ہی نہیں سکتے کہ تم تو ہر

رشتے کو مشکوک نظروں سے دیکھتے تھے میں بیاہ کر تمہارے گھر آ گئی

حیدر پیلس کو دیکھ کر میری کزنز کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں ویسے

والے دن وہ سب ہی مجھ پر رشک کر رہی تھیں اور ان دنوں تو خود مجھے اپنے آپ پر رشک آنے لگا تھا۔

عافو۔ تم کچھ ایسی ہی والہانہ چاہت کا اظہار کرتے تھے تمہاری وارفتگی اور تمہاری محبت دیکھ کر میں نادم ہوتی اور اللہ کا شکر ادا کرتی۔

کیا ہوں میں ایک متوسط گھرانے کی لڑکی دنیا میں مجھ سے زیادہ حسین لڑکیاں ہوں گی۔

لیکن میرے خدا نے مجھے کتنا نوازا تھا۔

ان دنوں تم کرید کرید کر مجھ سے یونیورسٹی اور کالج کے بارے میں پوچھا کرتے تھے اور میرے کزنز کے بارے میں تم نے بار بار مجھ سے پوچھا تھا کہ میں شادی سے پہلے کسی سے متاثر تو نہیں تھا مگر ایسی تو کوئی بات تھی ہی نہیں جو میں تمہیں بتاتی۔ دراصل میں تو راہ میں رک کر ستانے کی قائل ہی نہیں تھی میرا نظریہ تھا کہ ایک ہی بار منزل پر جا کر

دم لوں گی مگر پتا نہیں کیوں تمہیں میری باتوں پر یقین کیوں نہیں آیا تھا

تم اکثر ان لوگوں کے نام لے لے کر جو میرے ساتھ پڑھا کرتے

تھے پوچھتے رہتے کہ فلاں تمہیں کیسا لگتا تھا فلاں تو بڑا فلرٹ تھا اور

میں سادگی سے تمہاری باتوں کے جواب دیتی رہتی کہ میرے دل میں

کوئی چور نہیں تھا۔

اور یہ بھی شادی کے ابتدائی دنوں ہی کی بات ہے جب تم نے اپنی

ساری محبتوں کا اعتراف کیا تھا تم نے مجھے زنتاشا، مونا نینا سب کے

بارے میں بتایا تھا اور جب تم ان کے بارے میں بتا رہے تھے تو مجھے

یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی کانٹا سا میرے دل میں چبھ رہا ہو لیکن جب تم

نے قسم کھائی کہ اب تمہارے بعد کوئی اور تصویر اس دل میں نہیں بن

سکے گی تو یہ چبھن خود بخود ختم ہو گئی مجھے تم پر کتنا بے تحاشا اعتماد تھا عارف

علی حیدر میں نے تمہیں کبھی مونا یا نینا اسد علی خان کا طعنہ نہیں دیا تھا

لیکن تم میرے یقین دلانے کے باوجود اب بھی بہانے بہانے پوچھتے رہتے۔

سنا ہے حفیظ تم پر فدا تھا؟

اور وہ نسیم، اس نے بھی بڑی کوشش کی تھی۔

اگر کوئی مجھ پر فدا تھا بھی تو مجھے کسی کے دل کا بھید کیا معلوم۔

مگر پتا نہیں تم مطمئن کیوں نہیں ہوتے تھے۔

اچھا تو ثمو۔ وہ جنید تو بڑا اداس رہتا ہوگا۔

کیوں؟

تمہیں جو پروپوز کیا تھا اس نے۔

ارے نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں۔

میں تمہیں سمجھاتی۔

اور جنید بھائی کے لئے چچی اور امی نے جو لڑکی پسند کی ہے وہ تو بہت

پیاری ہے۔

اچھا۔ پھر عازب کو تو ضرور دکھ ہوگا کہ تمہاری شادی اس کے ساتھ نہ ہو سکی۔

اگر ہوا بھی تھا تو انہوں نے کبھی جتایا نہیں میں جھنجھلا جاتی۔ بلکہ انہوں نے تو ہمیشہ خوشی ہی کا اظہار کیا۔

اوپر سے کیا ہوگا اندر سے تو خوب جل رہا ہوگا۔

وہ سب لوگ ایسے نہیں عارف علی حیدر مگر تمہیں کیسے سمجھاتی اور میں کوئی ایسی حسین اور ساری دنیا سے انوکھی تو نہ تھی اور پھر عازب بھائی کی شادی تو میری شادی کے چند دن بعد ہی میری چچا اور بہن عبیدہ سے طے پا گئی تھی اور یہ عبیدہ اگرچہ ابھی سکول کی طالبہ تھی لیکن کچھ کم خوبصورت نہ تھی اور اس کی تو آنکھوں کی ہی کوئی قیمت نہ تھی سیاہ چمکیلی آنکھیں جگر جگر کرتی ہنستی ہوئی بولتی ہوئی آنکھیں۔

اور تمہارے بار بار کی تصدیق سے میں پریشان سی ہوگئی تھی کہیں ایسا تو

نہیں کہ تم مجھ پر شک کرتے ہو یوں بھی اماں نے کہا تھا کہ چونکہ میں

اجنبی لوگوں میں جا رہی ہوں اس لئے مجھے محتاط ہو کر رہنا ہوگا سو مین

تمہاری اس باز پرس سے ڈر سی گئی تھی تب ہی میں نے بڑی بھابی سے

ذکر کیا تو وہ ہنس پڑیں۔

ارے پگلی یہ تو سارے مردوں کی فطرت ہوتی ہے اور اگر عارف تم

سے ایسا پوچھتے ہیں تو کون سا انوکھا کام کرتے ہیں ہم نے تو نہ کالجوں

میں پڑھا نہ یونیورسٹیوں میں لیکن پھر بھی تمہارے بھیا کرید کرید کر

پوچھا کرتے تھے کہ کسی کو پسند تو نہیں کرتی تھیں۔

انیلا! بھابی نے بھی اس کی تائید کی تو مجھے اطمینان ہوا شادی کی دعوتوں

کا سلسلہ شروع ہوا تو ختم ہونے میں ہی نہ آتا تھا کبھی میرے رشتہ

داروں کے ہاں کبھی تمہارے تم ان دعوتوں سے بہت چڑتے تھے لیکن

پھر بھی ہمیں جانا پڑتا تھا اور میں نے کئی بار محسوس کیا تھا کہ تمہاری نظریں وہاں مجھے ہی کھوجتی رہتی ہیں میں جہاں جہاں جاتی تمہاری نظریں میرا پیچھا کرتی تھیں اگر کبھی کسی میرے عزیز کے ہاں دعوت ہوتی تو میری کزنز مجھے اپنے ساتھ الگ لے جاتیں تو تم گلہ کرتے۔ تم کہاں چلی گئی تھیں ثمو۔؟ مت جایا کرو مجھے لگتا تھا تمہارے جانے سے روشنیاں یک دم بجھ گئی ہیں

اور میں تمہاری اس والہانہ محبت پر سرشار ہو جاتی کئی بار ایسا ہوا کہ میں برآمدے میں یا کچن میں کھڑی ان کے ساتھ باتیں کر رہی ہو تو تم بھی وہاں پہنچ گئے میری کزنز گھبراتیں شرماتیں۔ لیکن تم تھوڑی دیر میں ان سے بے تکلف ہو جاتے تھے۔

لاؤ بھئی تمہارا ہاتھ بٹاؤں۔

بڑا اچھا سلاد بناتا ہوں ادھر دو نا مجھے۔

اور وہ سب تمہاری بہت تعریف کرتیں اور کبھی کبھی بتاتے پتا ہے ثمو میں ذرا سی دیر بھی تمہیں اپنی آنکھوں سے اوجھل نہیں رکھنا چاہتا اس لئے تو تمہارے پیچھے ہی آ گیا تھا۔

اور ان دنوں تو مجھے گمان بھی نہیں ہوتا تھا کہ تم کس جذبے کے تحت ایسا کرتے ہو وہ ساری باتیں جوان بیتے سالوں میں چھوٹی سمجھ کر نظر انداز کر دی تھیں اب یکا یک بڑی معلوم ہونے لگی ہیں ان سترہ دنوں میں میں نے بیتے ہوئے دس سالوں کا ایک ایک لمحہ بار بار دہرایا ہے اور وہ ساری باتیں جنہیں میں نے کبھی اہمیت نہ دی تھی پوری صداقت کے ساتھ میرے سامنے آئی ہیں مکمل سچائی کے ساتھ اپنے اصل روپ میں۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے اس روز چچا جان کے ہاں دعوت تھی میں تیار ہو رہی تھی اور تم ہاتھوں کا تکیہ بنائے پلنگ پر ترچھے لیٹے میری طرف دیکھ

رہے تھے۔

کیا بات ہے بڑی خوش ہو رہی ہو؟

ظاہر ہے یہ خوشی کی ہی تو بات تھی کہ وہاں امی، ابا جان، اور بھائیوں سے بھی ملاقات ہوئی تھی تم اس خوشی کا کیسے اندازہ کر سکتے ہو عارف جو ایک لڑکی کو اپنے میکے کے عزیزوں سے مل کر ہوتی ہے اس لئے کہ تمہیں اس دکھ کا اس کرب کا اندازہ ہی نہیں ہے جو ایک لڑکی کو اپنا گھر بنانے کے لئے جھیلنا پڑتا ہے وہ گھر جہاں وہ پیدا ہوئی ہے وہ بہن بھائی جن سے کھیل کود کر وہ بڑی ہوئی ہے اور وہ ماں باپ جو بچپن سے لے کر اب تک اس کی ضدیں مانتے رہے ہیں ان کی شفقت بھائیوں کی محبت ان سے یکا یک جدا ہو جانا بچھڑ جانا آسان تو نہیں ہوتا عارف علی حیدر مگر اس روز میں نے تم سے یہ ساری باتیں نہیں کی تھیں بس تمہاری طرف مڑ کر دیکھا تھا اور ہنس دی تھی۔

ہم تو روز ہی خوش رہتے ہیں جناب!

اور پھر میں تیار ہو کر ممی سے اجازت لینے چلی گئی جب واپس آئی تو تم

اوندھے لیٹے ہوئے تھے۔

کیا بات ہے اٹھیں نا۔

تم چلی جاؤ ثمرین میری طبیعت خراب ہو رہی ہے۔

مگر کیا ہوا؟ میں گھبرا گئی۔

بس درد ہو رہا ہے یہاں۔

تم نے سینے پر ہاتھ رکھا اور ہونٹ بھینچ لیے۔

بہت شدید درد ہو رہا ہے ثمو۔

تم نے منہ موڑ لیا اور میں تو سچ مچ بے حد گھبرا گئی تھی ممی اسماء عابد بھائی

سب کو ہی بلا لائی عابد بھائی نے تمہارے منع کرنے کے باوجود ڈاکٹر کو

فون کر دیا تھا ڈاکٹر نے آ کر تمہیں دیکھا اور تسلی دی۔

کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے یونہی غالبا تھکاوٹ ہے چچا جان نے

دو بار فون کیا ممی نے کہا تھا کہ میں چلی جاؤں وہ لوگ سب کچھ تیار کر

کے میرا انتظار کرر ہے ہوں گے لیکن میں تمہیں چھوڑ کے کیسے چلی

جاتی اس لئے تو جب تیسری بار چچا جان کا فون آیا تو میں نے معذرت

کرلی۔

ان سے بات کرتے ہوئے میری آواز بھرا گئی تھی۔

وہ عارف کی طبیعت اچانک خراب ہوگئی تھی ابھی ڈاکٹر دیکھ کر گیا ہے

ممی نے کہا تو ہے میں چلی جاؤں لیکن.........

ٹھیک ہے ٹھیک ہے بیٹی تم مت آؤ۔یہ مناسب بھی نہیں ہے۔

اور پھر تھوڑی ہی دیر بعد وہ سب تمہیں دیکھنے چلے آئے تم سور ہے تھے

غالبا ڈاکٹر نے تمہیں کوئی مسکن دوا دی تھی ممی بار بار شرمندہ ہو رہی تھیں

اور مجھے بھی دکھ ہو رہا تھا کہ سب نے ہمارے لئے کتنا تردد کیا ہو گا مگر

چچا جان کی پیشانی پر شکنیں تک نہیں پڑی تھیں بلکہ تمہیں دیکھ کر جانے کے بعد انہوں نے ہمارے لئے گھر سے کھانا بھجوا دیا تھا شام کو جب تمہاری طبیعت ٹھیک ہوئی تو میں نے افسوس کا اظہار کیا تو تم ہنس دیئے تھے۔

چھوڑو یار، کیا وہ اپنے لئے کھانا نہیں پکاتے۔

تمہیں دوسروں کے جذبات کا کیا احساس عارف تم تو صرف اپنے بارے میں سوچتے تھے مگر ان دنوں قطعاً انداز ہ نہ تھا کہ تم چچا جان اور ماموں جان کے ہاں جانا بالکل پسند نہیں کرتے یہ تو بہت بعد میں مانی اور رومی کی پیدائش کے بعد جب تم ہر بات پر اظہار کرنے لگے تھے مجھے پتا چلا تھا کہ تم جنید بھائی اور عارف بھائی سے میرا ملنا کس قدر ناپسند کرتے ہو۔ اسی لئے تو ماموں جان کے ہاں ہونے والی دعوت میں بھی تم نہیں گئے تھے صبح تم عابد بھائی کے ساتھ ہی آفس چلے گئے

تھے اور جب میں نے تمہیں فون کر کے یاد دہانی کرائی تھی کہ ہمیں ماموں جان کے ہاں جانا ہے تو تم نے کہا میں تیار رہوں تم جلدی آ جاؤ گے لیکن تم نہیں آئے میں تیار ہو کر انتظار کرتی رہی دو بار عابد بھائی کے آفس فون کیا لیکن تم وہاں نہیں تھے ماموں جان نے کتنی بار فون کیا لیکن ہر بار میں نے ان سے صرف یہی کہا عارف جیسے ہی آئے ہم آ جائیں گے۔

مگر تم جب آئے تو رات ہو چکی تھی لیکن تم نے کچھ اس طرح معذرت کی کہ خفگی ختم ہو گئی اور پھر تم نے اس بات پر خوشی کا اظہار بھی کیا تھا کہ تمہارے کچھ دوست مل گئے تھے بلکہ دوسرے دن تم خود جا کر ان سے معذرت کر کے آئے تھے اور ماموں جان تمہارے اخلاق سے بہت متاثر بھی ہوئے تھے اور پھر ابھی دعوتوں کا سلسلہ ختم بھی نہیں ہوا تھا کہ تم کراچی جانے کے لئے تیار ہو گئے حالانکہ ممی نے تم سے کہا بھی تھا

کہ مجھے کچھ دنوں کے لئے یہاں ہی چھوڑ جاؤ مگر تم ساتھ لے جانے پر بضد تھے۔

نہیں ثمو! اب میں تمہارے بغیر ایک لمحہ بھی نہیں رہ سکتا۔

اور یوں میں تمہارے ساتھ کراچی چلی آئی شروع شروع میں کراچی آ کر میرا دل بہت گھبرایا میں بھرے پرے گھر سے آئی تھی میرے چچا اور ہم ایک ہی گھر میں رہتے تھے سو ہر وقت رونق لگی رہتی تھی لیکن یہاں میں سارا دن اکیلی رہتی تھی کبھی کبھار تمہارے کچھ ملنے والے آ جاتے تھے نینا اسد علی خان مسز اسفند یار مسز ملک اور تمہارے کچھ دوست اور ان کی بیویاں نینا اسد علی تو مجھے ذرا بھی اچھی نہیں لگی تھی وہ بڑی بے تکلفی سے تمہارے ساتھ باتیں کرتی تھی مسز ملک اور رزوبیا فاروق نے مجھے تمہارے اور نینا اسد علی خان کے افیئر کے متعلق خوب نمک مرچ لگا کر بتایا تھا لیکن میں نے ان کی کسی بات پر یقین

نہیں کیا تھا کیونکہ میں جانتی تھی کہ اس میں اتنا ہی سچ ہے جتنا تم نے مجھے بتایا تھا اور میں تو تمہاری ہر بات پر آنکھیں بند کر کے یقین کر لیتی تھی کیونکہ مجھے تم پر اعتماد تھا اور میاں بیوی کے درمیان یہی باہمی اعتماد کا رشتہ ہی تو ان کی محبت کو مضبوط کرتا ہے لیکن تمہاری اس شدید محبت کے باوجود ہمارے درمیان شاید اعتماد کا رشتہ کبھی قائم ہی نہ ہو سکا۔

مجھے یاد ہے ہمیں کراچی آئے چھ ماہ ہو گئے تھے میں سب کے لئے بے حد اداس ہو رہی تھی مگر میں نے تم سے کبھی اس کا اظہار نہیں کیا تھا کہ کہیں تم یہ نہ سمجھو کہ تمہارے ساتھ خوش نہیں ہوں کیونکہ مجھے ان چھ ماہ میں تمہارے بارے میں یہ اندازہ تو ہو گیا تھا کہ تم بہت حساس ہو اور ہر بات کو بہت شدت سے محسوس کرتے ہو ذرا سی بات سے تمہارا موڈ خراب ہو جاتا ہے اگر کبھی میں کوئی ایسے کپڑے پہن لیتی جو تمہیں پسند نہ ہوتے تو اس بات پر بھی تمہارا موڈ خراب ہو جاتا تھا ہاں تو میں

کہہ رہی تھی کہ ان دنوں میں بہت اداس تھی کہ لاہور سے اچانک

واپس آ گیا اور میرا کزن تھا جنید بھائی کا چھوٹا بھائی اور مجھ سے

تقریباً چار برس چھوٹا وہ اپنے کسی انٹرویو کے سلسلے میں آیا تھا اور اسے

دو تین دن وہاں ہی رہنا تھا اسے دیکھ کر اور اس سے مل کر مجھے کتنی بے

تحاشا خوشی ہوئی تھی تم اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے وہ مجھے اپنے

بھائیوں کی طرح ہی عزیز تھا اور مجھ سے بے تکلف بھی بہت تھا تمہیں

کیا پتا عارف علی حیدر کہ لڑکیوں کے لئے میکے سے آنے والی ہوائیں

بھی بڑی پیاری ہوتی ہیں انہیں تو میکے کی گلی کا کتا بھی بہت عزیز ہوتا

ہے اور پھر یہ تو میرا پیارا بھائی تھا اس سے مل کر کیوں نہ خوش ہوتی۔

میں کتنی دیر تک سب کے بارے میں پوچھتی رہی تم بڑے دھیان سے

مجھے دیکھ رہے تھے۔

اب باتیں ہی کرتی رہو گی یا اسے کچھ کھلاؤ پلاؤ گی بھی۔

اور میں نے بیٹھے بیٹھے غفور کو آواز دے کر چائے لانے کے لئے کہا اور خود اولیس سے کہا کہ وہ نہا لے پھر خود ہی میں نے اس کے بیگ سے کپڑے نکالے اولیس کی شلوار میں ازار بند ڈالا باتھ روم میں اس کے کپڑے رکھے اور اسے آواز دی۔

ویسی آؤ نہا لو۔

تم سارا وقت خاموشی سے بیٹھے مجھے دیکھتے رہے پتا نہیں تم کیا سوچ رہے تھے شاید تمہیں میرا اس طرح ویسی سے باتیں کرنا اچھا نہیں لگ رہا تھا اور تم نے فوراً اس کا اظہار بھی کر دیا تھا۔

بڑی خدمتیں ہو رہی ہیں۔

بھائی جو ہوا۔

ہماری بہن نے تو کبھی ایسی خاطریں نہیں کیں۔

اب پتا نہیں تمہارے طبقے میں ہی ایسا ہوتا ہو گا میں تو متوسط طبقے کی

لڑکی تھی اور وہاں بہنیں بھائیوں سے ایسے ہی لاڈ کرتی ہیں ایسی ہی خدمت کرتی ہیں۔

اس روز تو میرا اویس کے پاس سے اٹھنے کو دل ہی نہیں چاہ رہا تھا رات کو کھانے کے بعد ہم ٹی وی لاؤنج میں بیٹھے بہت دیر تک باتیں کرتے رہے تھے تم اٹھ کر سونے کے لئے چلے گئے تھے۔

تمہارا تو ابھی موڈ نہیں ہے سونے کا مجھے نیند آ رہی ہے۔

اور تمہارے جانے کے کچھ دیر بعد جب میں ویسی کو گیسٹ روم میں چھوڑ کر آئی تو تم سو چکے تھے اویس دو دن وہاں رہا تھا اور مجھے پتا بھی نہیں چل سکا تھا کہ تمہارا موڈ کیوں خراب ہے۔

ان دنوں میں سوچا کرتی تھی عافو کہ شاید تم بہت پوزیسو ہو اور تم یہ چاہتے ہو کہ میں ہر وقت تمہاری طرف ہی متوجہ رہوں مجھے اس سے خوشی بھی ہوتی تھی کہ تم مجھے اتنا چاہتے ہو لیکن انسان اپنے لوگوں سے

علیحدہ ہوکر کٹ کرتو نہیں رہ سکتا اسی لئے میں تمہیں سمجھایا بھی کرتی تھی کہ ہم اپنے عزیزوں سے کٹ کر نہیں رہ سکتے اگر آج ہم ان کے ہاں نہیں جائیں گے ان کی خوشی پر غم میں شریک نہیں ہوں گے تو کل وہ بھی ہماری خوشیوں اور غموں میں شریک نہیں ہوں گے۔

مگر تمہیں اس کی پرواہ ہی کب تھی۔

نہ ہوں۔ بھئی میں تو خود یہی چاہتا ہوں کہ نہ کوئی ہمارے گھر آئے اور نہ ہم کسی کے گھر جائیں۔

پتا نہیں تم ایسا کیوں سوچتے تھے میں ایسا نہیں سوچتی تھی مجھے تو لوگوں سے ملنا جلنا ان کی خوشیوں اور غموں میں شریک ہونا اچھا لگتا تھا مگر تمہاری خوشی کی خاطر میں نے سب کچھ چھوڑ دیا تھا حتیٰ کہ میں اپنی بے حد پیاری عزیز ماموں زاد بہن کی شادی میں بھی نہیں گئی تھی ماموں جان کا خط آیا تھا کہ میں تیار ہوں عازب یا کسی اور کو لینے کے

لئے بھیجیں گے امی نے بھی لکھا تھا کہ میں کم از کم ایک ماہ پہلے آ جاؤں یوں بھی سب سے بچھڑے سال ہونے والا تھا تم نے خط پڑھ کر پوچھا تھا۔

یہ تمہارے وہی ماموں تو نہیں جن کے ایک صاحبزادے تمہارے بھی طلب گار تھے۔

مجھے تمہارا لہجہ اچھا نہیں لگا تھا مگر میں خاموش رہی تھی اور پھر تمہاری خوشی کے لئے مجھے کیا کیا بہانے بنانے پڑے تھے تمہیں کیا خبر تم نے وعدہ کیا تھا کہ شادی سے دو تین دن پہلے مجھے لے جاؤ گے لیکن پھر تم نے یہ وعدہ بھی پورا نہ کیا کہ اچانک دبئی سے عافیہ آپی ان کے میاں اور بچے آ گئے تھے ایسے ہی چھوٹے چھوٹے سینکڑوں واقعات ہیں عارف علی حیدر کس کس واقعے کا ذکر کروں۔

عافیہ آپی اور فرید بھائی مستقلاً یہاں ہی آ گئے تھے اس لئے تم واپس

لاہور جارہے تھے اور میرے لئے یہ کتنی خوشی کی بات تھی ایک تو وہاں
سب تھے دوسرا مجھے کراچی میں تمہارے ملنے جلنے والے ذرا پسند نہیں
آئے تھے نینا اسد علی خان، اور مسز اسفند بحیاء مہتاب یہ سب جب
کبھی ہمارے گھر آتیں تو بڑی عجیب عجیب باتیں کرتیں تھیں ایسی
باتیں جن کے بارے میں میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔
خاص طور پر نینا تو بڑی الٹی سیدھی باتیں کرتی تھی مثلاً یہی کہ بحیاء
مہتاب اپنے سوتیلے بھائی سے عشق کرتی ہے اور مسز اسفند یار اپنے
سے اٹھارہ سال چھوٹے جلال ملک سے۔
میں نے تو ہمیشہ ان کی باتوں کو جھوٹ ہی جانا لیکن تمہیں شاید ان کی
صداقت پر یقین تھا جبھی تو تم ہر رشتے کو شک کی نگاہ سے دیکھتے تھے
اور مجھے پہلی بار اس کا اندازہ امریکہ میں ہوا تھا جب مسز شبیر اچانک
بیمار پڑ گئی تھیں اور میں نے محض انسانی ہمدردی کے ناتے ان کے

بچے کو رکھ لیا تھا اور تم چاہتے تھے کہ ان کا بچہ انہیں لوٹا دوں۔

یہ شخص شبیر مجھے کچھ اچھا آدمی نہیں لگتا۔

تم نے مجھ سے کہا تھا اور مجھے یکا یک احساس ہوا تھا جیسے تم مجھ پر شک

کرتے ہو مجھے تمہارے رویے سے دکھ ہوا تھا۔

تمہیں مجھ پر اعتماد نہیں ہے عافو میں کوئی ناسمجھ بچی نہیں ہوں۔

اعتماد کی بات نہیں ہے ثمو مگر تم نہیں جانتیں یہ دنیا بڑی خراب ہے اور

انسان قابلِ اعتماد نہیں رہے۔

اور پھر تم نے مجھے مونا صادق علی کے بارے میں بتایا تھا جو امریکہ میں

اپنے انکل کے ساتھ رہتی تھی اور میں حیرت سے تمہاری باتیں سنتی رہی

تھی یہ تم کیسی عورتوں سے ملتے رہے تھے عافو تمہاری باتیں میرے

لئے ناقابلِ یقین تھیں لیکن میں نے ان پر یقین کرلیا تھا اس لئے کہ

وہ تم نے بتائی تھیں لاہور میں تم حیدر پیلس میں ہی رہتے تھے لیکن ہمارا

پورشن بالکل الگ تھا وہاں سب لوگ بہت اچھے تھے اسماء ممی اور پاپا

سب مجھ سے بہت پیار کرتے تھے ان میں بڑے لوگوں والی کوئی بات

نہیں تھی ممی مجھے اتنا ہی چاہتی تھیں جتنا کوئی ماں اپنی بیٹی کو چاہتی ہے

مگر تم میرا وہاں جانا پسند نہیں کرتے تھے اب سوچتی ہوں شاید تمہیں

اپنے باپ اور بھائی پر بھی اعتبار نہیں تھا تم جیسے شخص سے یہ بعید تو نہیں

عارف علی حیدر اور میں کوشش کرتی تھی کہ جب تم آفس سے آؤ تو میں

تمہیں اپنے پورشن میں ہی ملوں حالانکہ میں سارا دن فارغ ہی ہوتی

تھی پھر بھی بہت کم دوسری طرف جاتی تھی ممی اکثر خود ہی آ جاتی تھیں

میں نے تو اپنے آپ کو مکمل طور پر تمہاری پسند میں ڈھال لیا تھا جو تم

نے کہا میں نے وہی کیا تمہاری پسند کے کپڑے تمہاری پسند کی جیولری

،میری اپنی پسند تو ختم ہی ہوگئی تھی۔

عافو۔ مجھے ہمیشہ ہلکے رنگ اچھے لگتے تھے لیکن تمہیں گہرے رنگ پسند

تھے شوخ، چمکیلے اور میں گہرے رنگ پہننے لگی تم نے ہمیشہ میرے لئے

جو کچھ خریدا وہ اپنی پسند سے خریدا، کبھی مجھ سے میری پسند نہیں پوچھی

تمہاری پسند میں ڈھلتے ڈھلتے میرا اپنا وجود تو ختم ہی ہو گیا تھا عافو کئی

بار ایسا بھی ہوا مجھے ممی کے ساتھ کہیں جانا ہے تو میری سمجھ ہی میں نہ آتا

تھا کہ کون سے کپڑے پہنوں دراصل کئی بار ایسا بھی ہوا تھا کہ میں نے

اپنی پسند کے کپڑے پہنے تو تم نے آتے ہی کہہ دیا تھا۔

اوہ.........یہ کیا فضول رنگ پہن لیا ہے چلو فلاں کپڑے پہنو۔

اور یوں ہوتے ہوتے.........میری خود اعتمادی ختم ہو گئی تھی بچوں

کے معاملے میں بھی تم نے اپنی ہی پسند اپنی ہی مرضی چلائی تھی مگر مانی

اور رومی کی آمد نے مجھے خاصا مصروف کر دیا تھا اور مجھے تنہائی کا

احساس نہ ہوتا تھا اور یہ رومی کی پیدائش کے بعد ہی کی بات ہے جب

ماموں اور مامی جی حج پر جا رہے تھے اور میں ان سے ملنے جانا چاہتی

تھی لیکن تم نے منع کر دیا۔

بھئی سینکڑوں ہزاروں لوگ حج کرنے جاتے ہیں یہ ایسی کون سی بڑی بات ہے۔ تمہارے لئے یہ بڑی بات نہ ہوگی عارف علی حیدر کہ تم بڑے آدمی تھے لیکن ہم متوسط طبقے کے لوگوں کے لئے حج کرنے سے بڑی اور کوئی خوشی نہیں ہوتی میں نے ماموں جان سے وعدہ کیا تھا اس لئے میں نے ضد کی اور نہ جانے کیسے میرے منہ سے نکل گیا۔

دراصل تم انہیں حقیر سمجھتے ہو عافو لیکن میں انہی میں سے ہوں میں اپنے عزیزوں کو..........

نہیں ثمو! ایسی کوئی بات نہیں امیری غریبی میرے نزدیک کوئی اہمیت نہیں رکھتی اصل بات یہ ہے کہ میں تمہارا جنید اور عازب کے گھر جانا پسند نہیں کرتا، انہوں نے تمہیں پروپوز کیا تھا اور........

تم نے پہلی بار اعتراف کیا میں ساکت بیٹھی تمہیں دیکھتی رہی تو تم ایسا

اب تو تم کھل کر ہر بات کا اظہار کرنے لگے تھے کبھی میں تمہیں بتاتی۔

آج ویسی آیا تھا۔

میری عدم موجودگی میں اسے آنے کی کیا ضرورت تھی۔؟

میرا بھائی ہے وہ یہاں سے گزر رہا تھا تو ملنے چلا آیا۔

وہ بھائی............تم ہنستے۔چھوڑو یار کوئی بھائی وائی نہیں ہوتا، ویسے ان مسٹر اویس کو تم سے بڑا لگاؤ ہے جب دیکھو ملنے چلے آتے ہیں۔

اویس مجھ سے پورے چار برس چھوٹا ہے اور مجھ عمران کی طرح ہی عزیز ہے۔

آل رائٹ ڈئیر۔! تمہیں یقیناً عمران کی طرح ہی عزیز ہوگا مگر یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو کہ وہ بھی تمہیں.........

پلیز عارف. میں احتجاج کرتی۔

میری نظروں میں تو وہ بچہ ہے۔

پچیس برس کا جوان آدمی بچہ ہے تمہاری نظروں میں۔

یہ تو اویس تھا میرا کزن مگر تم تو عمران، رضوان، عرفان بھائی کی آمد پر بھی موڈ خراب کر لیتے تھے میں نے ہمیشہ محسوس کیا تھا کہ جب کبھی میں کسی بھائی سے باتیں کر رہی ہوتی تھی تو تمہاری پیشانی شکن آلود ہو جاتی تھی۔

دس سالہ ازدواجی زندگی کے شب و روز ایسے ہی واقعات سے بھرے پڑے ہیں تمہیں تو شاید یاد بھی نہ ہوگا لیکن مجھے یاد ہے یہ ان دنوں کی بات ہے جب ہم کراچی میں تھے تم نے مجھ سے کہا تھا۔

اگر کبھی میری عدم موجودگی میں کوئی فون آئے تو غفور سے کہنا پہلے وہ سن لیا کرے گا ایسے ہی رانگ نمبر پر رنگ کر کے لوگ تنگ کرتے ہیں اور میں نے کبھی خود سے پہلے فون رسیور نہیں کیا تھا لیکن اس روز غفور نہ جانے کہاں تھا اور بے خیالی میں میں نے رسیور اٹھا کر ابھی ہیلو کہا

تھا کہ غفور نے آ کر مجھ سے ریسیور لے لیا تھا اور مجھے بے انتہا توہین کا احساس ہوا تھا تو تم نے غفور سے بھی کہہ رکھا تھا اور جب میں نے تم سے گلہ کیا تو تم نے یونہی ادھر اُدھر کی باتوں میں ٹال دیا تم ایسے ہی تھے عارف سخت سخت بات کر کے اسے بالکل معمولی سمجھتے تھے یہ کوئی بات ہی نہ ہو۔ تمہارے رویے نے مجھے مریض بنا دیا تھا عارف فون کی گھنٹی بجتی تو میں اچھل پڑتی جیسے یہ فون میرے لئے ہی ہو۔

اور پھر اگر کوئی ملنے آ جاتا تو گھبراہٹ طاری ہو جاتی عمران بھائی یا رضوان بھائی بھی آتے تو مجھ پر گھبراہٹ طاری ہو جاتی تمہاری خفگی کے خیال سے خود کو ادھر اُدھر کے کاموں میں مصروف کر لیتی کم سے کم وقت ان کے پاس بیٹھتی وہ گلہ کرتے۔

ہم تمہارے پاس آئے ہیں ثمو! ادھر آؤ۔ ہمارے پاس بیٹھو۔

عمران اکثر شکایت کرنا بجو تم بہت بدل گئی ہو۔

لیکن میں اس سے کیا کہتی کہ میں تو ذرا بھی نہیں بدلی ہوں میرا تو دل چاہتا ہے عمری کہ میں تمہارے پاس بیٹھ کر ڈھیر ساری باتیں کروں، تم الٹے سیدھے مزاحیہ شعر سناؤں ہم کیرم کھیلیں شور مچائیں اور پھر ....مگر میں صرف مسکرا دیتی۔

تمہارا وہم ہے عمری۔

نہیں وہم نہیں اویس بھی کہہ رہا تھا باجی بہت بدل گئی ہیں۔

ادھر اویس کے نام پر ہی میں اندر سے زرد ہو جاتی کانپ اٹھتی کہ کہیں تم کوئی غلط مفہوم نہ لے لو تمہارا کیا پتا تھا عارف علی حیدر کہ کب تم کیا کہہ دو تمہیں شاید عورت پر اعتبار ہی نہ تھا جانے تم کس سوسائٹی اور کن عورتوں میں رہے تھے حالانکہ عابد بھائی بھی تو تھے نا مگر وہ اسماء کے کلاس فیلوز لڑکوں سے فراخدلی سے ملتے تھے حفیظ یا نسیم تو اب بھی کبھی کبھار آ جاتے تھے اور ایک بار اسماء نے مجھے بلایا بھی تھا مگر میں

لیکن میں اس سے کیا کہتی کہ میں تو ذرا بھی نہیں بدلی ہوں میرا تو دل چاہتا ہے عمری کہ میں تمہارے پاس بیٹھ کر ڈھیر ساری باتیں کروں، تم اپنے سیدھے مزاحیہ شعر سناؤ، ہم کیرم کھیلیں شور مچائیں اور پھر ....مگر میں صرف مسکرا دیتی۔

تمہارا وہم ہے عمری۔

نہیں وہم نہیں اویس بھی کہہ رہا تھا باجی بہت بدل گئی ہیں۔

ادھر اویس کے نام پر ہی میں اندر سے زرد ہو جاتی کانپ اٹھتی کہ کہیں تم کوئی غلط مفہوم نہ لو تمہارا کیا پتا تھا عارف علی حیدر کہ کب تم کیا کہہ دو تمہیں شاید عورت پر اعتبار ہی نہ تھا جانے تم کس سوسائٹی اور کن عورتوں میں رہے تھے مانو حالانکہ عابد بھائی بھی تو تھے نا مگر وہ اسما کے کلاس فیلوز لڑکوں سے کھلے دل سے ملتے تھے حنظلہ نسیم تو اب بھی کبھی کبھار آ جاتے تھے اور ایک بار تو انہوں نے مجھے بتایا بھی تھا مگر میں

نے انکار کر دیا پتا نہیں تم کتنی کہانیاں گھڑ لیتے۔

حالانکہ خود تم لڑکیوں سے بڑی بے تکلفی سے باتیں کرتے تھے تمہیں یاد ہو گا عافو۔ پاپا کے ایک بزنس پارٹنر کے بیٹے کی شادی میں جس میں میں بھی شریک تھی تم سارا وقت اس چپٹی ناک اور چھوٹی آنکھوں والی لڑکی سے باتیں کرتے رہے تھے اور پھر رات کو جب سب لڑکے لڑکیاں ڈانس کر رہے تھے تو تم نے اس کے ساتھ ڈانس بھی کیا تھا اور مجھے ربیعہ کے میاں سے باتیں کرتے دیکھ کر تمہارا موڈ آف ہو گیا تھا۔

حالانکہ ربیعہ میری ماموں زاد بہن ہی نہیں بہت اچھی دوست بھی تھی مگر محض تمہاری وجہ سے میں اس کی شادی میں شریک نہیں ہو سکی تھی اور اس شادی میں محض اتفاق تھا کہ وہ لوگ بھی آئے ہوئے تھے دراصل وہ ربیعہ کے میاں کا دوست تھا جس کی شادی تھی اور میں پہلی

بار اس سے ملی تھی۔

ہم نے آپ کی مسز کی بڑی تعریفیں سنی ہیں۔

اس نے تم سے متعارف ہونے کے بعد کہا۔

ہاں یہ ہیں ہی قابل تعریف۔

تم بظاہر ہنس رہے تھے لیکن مجھے پتا تھا اندر سے تم کھول رہے ہو گے تمہیں اس کا مذاق گراں گزر رہا تھا جب کہ اس نے مسلسل دو تین بار مذاق کیا شاید وہ اپنے بہنوئی ہونے کے رشتے سے فائدہ اٹھا رہا تھا اور تم نے گھر آ کر اسے خوب سنائی تھیں۔

انتہائی فضول آدمی ہے اور تمہیں آئندہ اس سے ملنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

اور تمہاری ان ہی باتوں نے مجھ سے میری ساری خود اعتمادی چھین لی تھی عارف علی دوسروں کا ذکر ہی کیا تمہاری عدم موجودگی میں عمران

یا عرفان بھائی بھی آ جاتے تو میں سر سے پاؤں تک پسینے میں بھیگ جاتی میرے اندر کپکپی طاری ہو جاتی ان سے باتیں کرتے ہوئے مجھے یوں لگتا جیسے میں کوئی جرم کر رہی ہوں گناہ کر رہی ہوں ہر آہٹ پر چونک چونک جاتی اور تم میری اندرونی کیفیات سے بے خبر اکثر موڈ میں ہوتے تو مونا صادق جیسی لڑکیوں کے قصے سنایا کرتے ناقابل یقین مگر عبرت انگیز تم کہا کرتے تھے۔

قصوروار لڑکیاں بھی نہیں ہوتیں، مرد انہیں اپنے جال میں پھنسا لیتا ہے۔

اس لئے تو تمہارے نزدیک ہر مرد ناقابل اعتبار تھا باپ بھائی بیٹا سب۔

تم مجھے اپنی دانست میں ان مردوں سے بچا رہے تھے لیکن تم نے مجھے بچاتے بچاتے مار ڈالا تم نے مجھے بھی اسی شک کے پہاڑ تلے روند ڈالا

عارف علی حیدر میں بھی ساتھ ہی پس گئی شاید میں لاشعوری طور پر کچھ

بدل گئی تھی جھگڑالو اور چڑچڑی بعض اوقات مجھے تمہاری ذرا سی کسی

بات پر غصہ آ جاتا تھا میں اونچی آواز میں تم سے بحث کرتی تم حیرت

سے مجھے دیکھتے اور خاموش ہو جاتے بعد میں مجھے دکھ ہوتا میں نے تم

سے اونچی آواز میں بات کیوں کی ایک غلط بات پر ضد کیوں کی تم جو

اتنے اچھے ہو، اتنا خیال کرتے ہو میرا۔ اتنی محبت ہے تمہیں ہم سے

مجھ سے اور بچوں سے اور مجھے رونا آ جاتا۔

میرا بھی قصور نہیں تھا عارف علی میں بھی کیا کرتی یہ تم نے مجھے میرے

پیارے رشتوں سے جدا کر دیا تھا۔

یہ جو تم نے مجھے مریض بنا ڈالا تھا اس کا غصہ میں کس پر نکالتی تم پریشان

تھے اور مجھے ڈاکٹر کے پاس بھی لے گئے تھے اور ڈاکٹر نے کہا تھا۔

کہ شاید میرا بلڈ پریشر لو ہے۔

ان دنوں تم میرا بہت خیال رکھنے لگے تھے بلکہ بچوں کو بھی آفس سے آ کر زیادہ وقت مصروف رکھتے مانی کو ہوم ورک خواہ کرواتے تا کہ وہ مجھے تنگ نہ کریں۔

میں دل ہی دل میں تمہاری ممنون ہوتی رہتی تھی انہی دنوں عافیہ آپی کراچی سے آ گئیں ہم نے تقریبا چار سال بعد انہیں دیکھا تھا ان کے آنے سے حیدر پیلس میں خوب رونق ہوگئی تھی مانی اور رومی بھی ان کے آنے سے بہت خوش تھے نوید انہیں بہت پیار کرتا تھا نوید جو میری شادی کے وقت صرف دس برس کا تھا اب بیس برس کا جوان تھا اور بے حد وجیہہ پاکستان میں اپنی تعلیم ختم کر چکا تھا اور اب اسے اعلیٰ تعلیم کے لئے باہر جانا تھا اس کی طبیعت میں بڑی شوخی تھی اور وہ تم سے بھی مذاق کرنے سے نہیں ڈرتا تھا آتے ہی اس نے بڑی گرم جوشی سے مجھ سے ہاتھ ملایا تھا۔

ہیلو سویٹ آنٹی۔ آپ بالکل ویسی ہی ہیں اور میرا خیال ہے دس سال بعد بھی آپ ویسی رہیں گی۔

اور تم بھی ہنس دیئے تھے لمحہ بھر کو تو میں اسے دیکھ کر حیران رہ گئی تھی ہلکی ہلکی مونچھوں نے اس کی وجاہت میں اضافہ کر دیا تھا لیکن پھر وہ مجھے بچہ ہی لگا وہی دس سال والا بچہ جو جب میں دلہن بن کر آئی تھی تو سارا وقت میرا دوپٹہ پکڑے بیٹھا رہا تھا اور پھر جتنے دن رہا تھا میرے آگے پیچھے ہی پھرتا رہا اور عافیہ آپا ہنستی تھیں۔

ثمو! میرا بیٹا تجھ پر فدا ہو گیا ہے۔

نوید کے آنے سے گھر میں خوب رونق ہو گئی تھی وہ زیادہ تر ادھر ہی رہتا تھا میرے نہ نہ کرنے کے باوجود زبردستی مجھے لڈو یا کیرم کھیلنے بیٹھا لیتا اور خوب بے ایمانی کرتا بالکل میرے سب سے چھوٹے بھائی عفان کی طرح مانی اور رومی تو اس سے بہت مانوس ہو گئے تھے تم آفس چلے

جاتے تو وہ آجاتا پھر ہم کبھی لڈو کھیلتے کبھی کیرم کبھی وہ بچوں کو گھمانے لے جاتا اور کبھی میرے ساتھ کچن میں ہی آجاتا جتنی دیر کچن میں خانساماں کو ہدایت دیتی رہتی وہ وہیں رہتا۔ میری شروع سے عادت تھی کہ میں ایک دو چیزیں اپنے ہاتھ سے بنایا کرتی تھی۔

وہ میرے ساتھ ہی کچن میں رہتا۔

لائیے آنٹی! آپ کی مدد کروں۔

وہ ساتھ ساتھ آلو پیاز چھیلتا جاتا اور مزے مزے کی باتیں کرتا جاتا۔

آنٹی! جب تک میں یہاں ہوں نا اپنے ہاتھ سے کھانا پکایا کریں پتا ہے عورت کے ہاتھ کے کھانے کی خوشبو ہی اور ہوتی ہے جیسے ماں کے ہاتھوں کی خوشبو ممی نے تو کبھی اپنے ہاتھ سے کچھ نہیں پکایا اور آپ کے پکائے ہوئے کھانے سے مجھے ایسی ہی خوشبو آتی ہے جیسے میں اپنی ماں کے پکائے ہوئے ہاتھ کا کھانا کھا رہا ہوں۔

اور میں سوچتی کچھ دنوں تک پردیس چلا جائے گا پھر جانے کب آئے

اور میں زیادہ تر خود ہی پکانے لگی۔

خانساماں تمہارے آنے پر صرف روٹی بنالیتا تھا تمہیں بھی میرے

ہاتھ کے پکے ہوئے کھانے پسند تھے تم گھر میں ہوتے تب بھی وہ کچن

میں آجاتا۔

دیدی اپنے انکل کے پاس بیٹھو تا

بور آدمی ہیں۔

وہ منہ بنا کر کہتا اور مجھے ہنسی آجاتی۔

اور اکثر تو وہ رات کا کھانا کھا کر ادھر ہی لیٹ جاتا۔

تمہاری ممی انتظار کر رہی ہوں گی۔

ساری زندگی تو ممی نے انتظار نہیں کیا اب کیا کریں گی اب تو انہیں پتا

ہے کہ میں کدھر ہوں۔

اور پھر وہ مستقل ہی ادھر رہنے لگا۔

اس کے آنے سے میری جھنجھلاہٹ اور بیزاری بھی کسی حد تک ختم ہو ہوگئی تھی اپنی دلچسپ باتوں سے وہ تمہیں بھی ہنسا دیتا تھا تمہیں تو اس سے بہت پیار تھا نا عافو۔ تم خود کہا کرتے تھے ویدی تمہیں سب سے پیارا ہے عابد کے بچوں سے بھی زیادہ یوں بھی وہ اس گھر میں پہلا بچہ تھا اور تمہارا اکلوتا بھانجا تھا شنو ہمیشہ تم سے شکایت کرتی تھی کہ تم ویدی کو زیادہ چاہتے ہو اور وہ تو کسی بچے کی طرح معصوم تھا کبھی کبھی وہ مجھے اور تمہیں بچوں کے ساتھ مصروف دیکھ کر بڑا جذباتی ہو جاتا تھا۔

پتا ہے آنٹی جب میں چھوٹا تھا نا تو صبح اٹھتا تو ممی اور پاپا سو رہے ہوتے خانساماں مجھے ناشتہ کرا دیتا اور ڈرائیور سکول چھوڑ آتا ان دنوں میرا دل چاہتا تھا کہ کبھی تو ممی صبح اٹھ کر مجھے اپنے ہاتھوں سے تیار کر کے سکول بھیجا کریں اور مجھے اس پر ترس آتا تھا عافو میں تو شروع ہی سے

بچوں کو نوکروں پر چھوڑنے کی قائل نہیں تھی میں صبح خود مانی کو ناشتہ کراتی خود تیار کرتی اور اگر کبھی رومی جاگ کر تنگ کرتا تو تم میری مدد کرتے مجھے اعتراف ہے کہ تم نے بچوں کو پورا پورا وقت دیا پھر جب تک تم اور مانی نظر آتے رہتے میں دیکھتی رہتی مانی صبح آفس جاتے ہوئے تم خود سکول چھوڑنے جاتے تھے البتہ چھوٹی کے وقت ڈرائیور لے آتا تھا۔

اور ویدی کو ہمارے گھر کا ماحول بہت پسند تھا وہ اکثر تم سے کہا کرتا تھا۔

انکل! آپ نے آنٹی سے شادی کر کے بہت اچھا کیا اگر آپ کسی اور لڑکی سے شادی کرتے نا تو اس گھر میں وہ سکون اور خلوص نہ ہوتا جو اب ہے۔

جوں جوں اس کے جانے کے دن قریب آ رہے تھے وہ کچھ اداس نظر

آنے لگا تھا اور میں اس کا زیادہ خیال رکھنے لگی تھی رات کو نوکر کے
ہاتھ دودھ بھجوانے کے بجائے خود ہی اس کے لئے دودھ لے جاتی تھی
وہ مجھے اپنے مانی کی طرح لگتا تھا میرے دل میں اس کے لئے وہی
ممتا تھا جو ایک ماں کے دل میں اپنے بچے کے لئے ہوتی ہے بلاشبہ وہ
بیس سال کا تھا لیکن میری نظروں میں تو بچہ ہی تھا وہ تمہارا بھانجا تھا تو
میرا بھی بھانجا تھا میرا بیٹا تھا عافو اور میں اس کا ایسے ہی دھیان رکھتی
تھی جیسے کوئی ماں اپنے بیٹے کا دھیان رکھتی ہے اور میں تو اس کا اس
لئے بھی زیادہ کیال کرتی تھی کہ وہ گھر کے ماحول کا ترسا ہوا تھا عافیہ
آپی نے کبھی اسے وہ محبت نہ دی تھی جو اس کا حق تھا بقول اس کے وہ
ہمیشہ بڑی Busy رہتی تھیں ان کی سوشل ایکٹی وٹیز اتنی زیادہ تھیں
کہ انہیں بچوں کی طرف دھیان دینے کا وقت کم ہی ملتا تھا میں نے
کبھی نہیں سوچا تھا عافو کہ تم اس کے بارے میں بھی کوئی غلط بات

سوچتے ہو گے مجھے گمان تک نہ تھا عافو مگر ایسا ہی تھا ایسا ہی سوچتے

تھے تم اس روز نوید کے چچا کے ہاں دعوت تھی دراصل یہ دعوت نوید

کے اعزاز میں تھی کیونکہ اسے ایڈنبرا یونیورسٹی میں ایڈمشن مل گیا تھا اور

وہ کچھ دنوں تک جا رہا تھا اگرچہ تمہارے خیال سے میں جانا نہیں

چاہتی تھی کیونکہ تم اب بھی عورتوں میں جانے سے کتراتے تھے اب

جب کہ میں دو بچوں کی ماں تھی اب بھی تمہیں یہ خوف ہوتا تھا کہ

کہیں وہاں موجود کوئی مرد مجھے ورغلا نہ لے لیکن میرے انکار پر نوید

خفا ہو گیا۔

نہیں آنٹی! آپ کو ضرور آنا پڑے گا، وہاں تو میں آپ کو ایک خاص چیز

دکھانا چاہتا ہوں اور پھر اس کے ضد کرنے پر میں مجبور ہو گئی۔

اور وہاں جاتے ہی اس نے مجھے بلا لیا اور باہر لے آیا۔

نیلے کپڑوں والی لڑکی کو دھیان سے دیکھیے گا اور باتیں بھی کیجیے گا،

دراصل یہ لڑکی مجھے اچھی لگی ہے لیکن اگر وہ آپ کو پسند نہ آئی تو ڈس مس۔

مگر یہ لڑکی ہے کون؟

شاید چچی جان کی کوئی عزیز ہے۔

تو یہ بات تھی اس لئے اتنی منتیں ہو رہی تھیں۔

اور میں ہنستی ہوئی اندر آ کر اسماء کے پاس بیٹھ گئی اور اس سے لڑکی کے بارے میں پوچھنے لگی وہ اشارے کر کر کے پوچھتا رہا کہ آیا میں نے اس لڑکی کو دیکھ لیا ہے یا نہیں۔ پھر وہ ہمارے پاس بھی آیا تھا لیکن میں نے اس سے کہہ دیا تھا کہ گھر چل کر بتاؤں گی اور تم نے اس کے بیٹھنے سے پہلے ہی گاڑی اسٹارٹ کر دی وہ بے چارہ میری رائے جاننے کے لئے بے چین ہو رہا تھا لڑکی مجھے لگی اچھی تھی معصوم اور سادہ سی میں نے تم سے گاڑی روکنے کے لئے کہا لیکن تم نے بڑے عجیب

انداز میں مجھے دیکھا تھا۔

تمہیں اس کی اتنی فکر کیوں رہتی ہے۔؟

اگر میں اس کی فکر کرتی ہوں تو............تو.........

لیکن جانے تمہارے لہجے میں کیا تھا کہ میرے سارے وجود میں جیسے آگ سی دہک اٹھی تھی میرا پورا وجود جل اٹھا تھا تپ رہا تھا اس سے پہلے تو تم نے نوید کے بارے میں کبھی کوئی بات نہیں کہی تھی میں چپ بیٹھی رہی کہ یہ میرا وہم ہے تم نے یونہی کہہ دیا ہوگا عام سی بات ہے نہ جانے کس بات پر تمہارا موڈ خراب ہے ورنہ تم ایسی بات اپنے بھانجے کے بارے میں نہیں سوچ سکتے اور میں خود کو تسلیاں دیتی رہی گھر آ کر میں نے دھیان سے تمہیں دیکھا تمہارے چہرے سے کسی بات کا اظہار نہیں ہو رہا تھا بچوں کو سلا کر میں تمہارے پاس ہی آ کر بیٹھ گئی اور تب تم نے وہ بات کی جس کا میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔ گمان تک نہ

تھا مجھ سے تم نے کہا تھا کہ تمہیں نوید سے میرا زیادہ گھلنا ملنا پسند نہیں

ہے۔

میں حیران نظروں سے تمہیں دیکھتی رہ گئی۔

وہ تمہارا بھانجا ہے عارف۔

میرا بھانجا تو ہے تمہارا تو نہیں۔

تمہارے لہجے میں کس قدر تلخی تھی

اگر میرا بھانجا ہوتا تب بھی کیا فرق پڑتا تھا تمہارے لئے تم ٹی وی پر

نگاہیں جمائے کہتے رہے۔

وہ تمہارے پاس ہی سارا دن کیوں بیٹھا رہتا ہے تمہارے ساتھ ہی

کچن میں گھسا رہتا ہے اور وہاں محفل میں اسے بار بار تم سے ہی کیوں

کام پڑتا رہا۔

نہیں..........نہیں عارف پلیز اتنا گھناؤنا الزام اس معصوم بچے پر

مت لگاؤ۔

میں نے کہنا چاہا لیکن میرا حلق جیسے کسی نے سی لیا تھا۔

وہاں اور بھی لوگ تھے اسماء تھیں عافیہ آپی تھیں آخر وہ تمہیں ہی.........

وہ.......وہ میرا بیٹا ہے عافو........میرا امانی ہے۔رومی کی طرح سے

مجھے وہ.........میں نے ہمیشہ اسے بچہ ہی سمجھا۔

میں نے بولنے کے لیے ہونٹ کھولے تھے لیکن تم اتنی بڑی بات کہہ کر

بڑے دھیان سے ٹی وی دیکھنے لگے تھے۔

ارے ارے ثمو یہ دیکھو عمران خان نے کمال کر دیا۔

مگر میرے اندر جیسے سب کچھ ختم ہو گیا تھا ڈھے گیا تھا ایک لمحے کی

بات تھی ایک گھڑی کا کھیل تھا لیکن جیسے صدیوں کی کاوش سے بنائی

گئی عمارت ایک جھٹکے سے زمین بوس ہو گئی تھی۔

تم نے یہ کتنی چھوٹی کتنی گھٹیا کتنی کمینی بات کی تھی عافو۔دس سالوں کی

ریاضت کا یہ صلہ۔ میں دو بچوں کی ماں تھی۔

اور وہ بچہ تھا بالکل بچہ عافو۔ کبھی تم اس کی باتیں سنتے تو پتا چلتا...... کہ وہ تو بالکل بچوں کی سی باتیں کرتا تھا مگر تمہارا ذہن کتنا غلیظ تھا کتنا چھوٹا تھا۔

میں دونوں ہاتھ گود میں دھرے ساکت بیٹھی تھی اور دنیا میرے لئے ختم ہو گئی تھی میں اپنی ہی نظروں میں گر گئی تھی ذلیل ہو گئی تھی اور اس ذلت نے مجھے مار دیا تم ٹی وی دیکھ رہے تھے میں بمشکل پاؤں گھسیٹتی ہوئی اپنے بیڈروم تک آئی تھی میرے اندر اذیت کی لہریں دوڑ رہی تھیں جیسے کوئی مجھے کند چھری سے ذبح کر رہا مجھے خبر نہیں کہ تم کب کمرے میں آئے تھے کب صبح ہوئی تھی کب تم آفس گئے تھے میں تو ساری رات بازوؤں میں منہ چھپائے رومی کے بیڈ پر پڑی رہی تھی مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے ساری دنیا مجھ پر ہنس رہی ہے میری طرف

انگلیاں اٹھا اٹھا کر اشارے کر رہی ہے قہقہے لگا رہی ہے میں کیسے ان سب سے نظریں ملا سکوں گی اسماء سے عابد سے عافیہ آپی سے اسماء تو پہلے ہی ہنستی ہے مذاق اڑاتی ہے کہ فنکشنز میں عافو کی نظریں تمہارا یوں تعاقب کرتی ہیں جیسے تم بھاگ جاؤ گی مجھے لگ رہا تھا جیسے سب جانتے ہیں سب کو خبر ہے کہ تم نے کیا کیا تم کیا سوچتے وہ وید ی کے متعلق نہیں میں نے کئی بار اپنے کانوں پر ہاتھ رکھے تھے یہ جھوٹ

ہے یہ غلط ہے۔

تم اتنی گھٹیا بات نہیں کر سکتے۔

تمہاری سوچ اتنی چھوٹی نہیں ہو سکتی۔

لیکن ساری رات میرے کانوں میں تمہاری آواز زہر گھولتی رہی اور ساری رات میری مردہ روح پر چھریاں چلتی رہیں پھر جانے کب میری آنکھ لگ گئی تھی اور جب میری آنکھ کھلی تو لمحہ بھر کے لئے مجھے

رات کی کوئی بات یاد نہ آئی باہر سٹنگ روم سے بچوں کی آوازیں آرہی تھیں میں نے ذرا سا پردہ ہٹایا۔

مانی اور رومی ایک دوسرے کے پیچھے بھاگ رہے تھے اور سامنے صوفے پر نوید اخبار کھولے بیٹھا تھا نوید.........نوید.......پھر سے ذہن میں کوئی سوئیاں چبھوتا گیا اور مجھے رات کی ساری باتیں یاد آ گئیں میری ٹانگوں میں سے جیسے جان نکل گئی تھی میں پردہ تھامے ہوئے وہیں بیٹھ گئی میرا دل چاہا کہ وہیں سے چیخ چیخ کر نوید سے کہوں چلے جاؤ ویدی چلے جاؤ یہاں سے اس سے پہلے کہ یہ خوبصورت گھر ڈھے جائے اور تم بھی میرے ساتھ ملبے کے نیچے دب کر مر جاؤ پھر جھلس کر جل کر ختم ہو جاؤ لیکن میں نے کچھ نہیں کہا اور چپ چاپ پردہ تھامے بیٹھی رہی اور میرے ارد گرد جیسے آگ کا الاؤ دہکتا رہا اور میں اس میں جلتی رہی راکھ ہوتی رہی وہیں بیٹھے بیٹھے میں

نے بیتی زندگی کا ایک ایک لمحہ دہراڈالا مسز اسفندیار مونا صادق،

جلال ملک کیا پتا کیا پتا تم صحیح کہتے ہو میرے اندر سے ایک کمزور سی

آواز آئی ہاں اگر یہ صحیح ہوا تو شاید میں مرنے سے بچ جاؤں شاید میں

..........تب ہی رومی امی۔ امی پکارتا ہوا اندر آیا اس نے پردہ ہٹا دیا

تھا اور اب میری گود میں چھپنے کی کوشش کر رہا تھا تب ہی نوید کی نظر مجھ

پر پڑی اور وہ اخبار پھینک کر میری طرف لپکا۔

آنٹی! آنٹی کیا ہوا آپ کو۔ آپ یہاں کیوں بیٹھی ہیں؟

کچھ نہیں۔ کچھ نہیں ہوا مجھے۔

میں نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

وہ کیسا معصوم لگ رہا تھا بالکل بچوں کی طرح اس کی آنکھیں کسی آئینے

کی طرح ہی صاف شفاف تھیں۔

میں........میں ڈاکٹر کو بلاتا ہوں آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی

نوید مت جاؤ کہیں ادھر آؤ۔

میں نے بڑی مشکل سے اسے بلایا۔

آنٹی!

تم ادھر آؤ۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ یہ بتاؤ تم مجھے کیا سمجھتے ہو۔؟

کیا سمجھتا ہوں؟

وہ حیران رہ گیا تھا اس کی خوبصورت شفاف آنکھوں میں حیران صاف نظر آ رہی تھی کیا میں آپ کا بھانجا نہیں ہوں کیا آپ میری آنٹی نہیں ہیں۔؟

ہوں۔.........ہوں تم عارف کے بھانجے ہو تو میرے بھی بھانجے ہو۔

پھر.......پھر آپ یہ کیوں پوچھ رہی ہیں؟

اس کے ذہن میں کوئی آلودگی نہیں تھی عارف علی حیدر، یہ تمہارے

اپنے ذہن کا گدلا پن تھا تمہارے اپنے اندر کی گندگی اور غلاظت تھی

........وہ.......وہ میرا امانی تھا....میرا بیٹا تھا۔

اگر میری شادی پندرہ برس کی عمر میں ہو جاتی تو میرا امانی میرا بیٹا اب

تمہارے جتنا ہوتا۔

میں نے اپنے آپ سے کہا تھا لیکن اس نے سن لیا تھا۔

پھر مجھے بھی اپنا بیٹا ہی سمجھ لیجئے۔ میں آپ ایسی ماں پر فخر کروں گا اس

کی فطری شوخی لوٹ آئی تھی۔

ہاں تم بیٹے ہی تو تھے۔ بیٹا ہی تو سمجھتی تھی۔

اور وہ ایک دم سنجیدہ ہو گیا۔

آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔ ممی یا نانا جی کو بلاتا ہوں۔

نہیں.......نہیں کسی کو مت بلاؤ ویدی پلیز مجھے کچھ دیر کے لئے تنہا

چھوڑ دو اور بچوں کو ساتھ لے جاؤ۔

وہ تھوڑی دیر کھڑا مجھے دیکھتا رہا شاید میرے بال بکھرے ہوئے تھے میری آنکھیں سوجی ہوئی تھیں اور شاید میرے چہرے سے وحشت برس رہی تھی۔

اس نے رومی کو گود میں اٹھالیا۔

آپ بیمار ہیں آنٹی مگر چھپارہی ہیں۔ میں انکل کو فون کرتا ہوں۔

نوید! ابھی تم نے کہا تھا کہ میں تمہیں ہی اپنا بیٹا سمجھ لوں۔ اگر تم یہ درجہ مجھے دیتے ہو تو میرا حکم ہے کہ تم یہاں سے چلے جاؤ اور مجھے کچھ دیر کے لئے تنہا چھوڑ دو۔

وہ مانی کا ہاتھ پکڑ کر چلا گیا، میں رونا چاہتی تھی اپنی موت، روح کی موت پر جی بھر کر رات سے میری روح اور دل کی لاشیں بے گور و کفن پڑی تھیں اور میں ان کی موت پر ایک آنسو بھی نہیں بہا سکتی تھی لیکن میرے آنسو خشک ہو گئے تھے اور مجھے فیصلہ بھی تو کرنا تھا وہ فیصلہ جو

میں نے رات کو کتنی بار کیا تھا مگر پھر............پھر میں نے وہ فیصلہ کر ہی لیا عارف علی حیدر کہ مردہ لاشوں سے تو تعفن اٹھنے لگتا ہے اور تمہارے خوبصورت گھر میں تعفن کا کیا کام۔

میں نے وہیں بیٹھے بیٹھے اپنا دل ٹٹولا تھا اور مجھے احساس ہوا تھا کہ میں جو تم سے شدید محبت کرتی تھی دس سال سے شدید محبت کر رہی تھی اب میرے دل میں محبت کی ایک رمق تک نہ تھی میں نے تمہاری ساری محبتیں ساری مہربانیاں اور سارے احسان یاد کیے مگر سب کچھ بے فائدہ تھا............عارف علی حیدر میرے دل میں زندگی کی ایک معمولی سی حرارت بھی بیدار نہ ہوئی تھی اور تب میں نے تمہاری ساری مہربانیوں ساری محبتوں اور سارے احسانوں کا بدلہ مانی اور رومی کی صورت میں تمہاری جھولی میں ڈال دیا............مجھے اس کی بھی خبر تھی کہ شاید ہم تینوں کی جدائی تم سے برداشت نہ ہو سکے اور پھر یہ

فیصلہ کر کے میں لرزتے قدموں سے اٹھ کر باتھ روم تک آ گئی ویران آنکھوں میں کاجل لگایا خشک ہونٹوں پر لپ اسٹک لگائی اور خوب گہرے گہرے میک اپ کے ساتھ باہر نکل آئی۔

عافیہ آپی مجھے باہر ہی مل گئی تھیں نوید شاید بچوں کے ساتھ ممی کے کمرے میں تھا ایک بار دل چاہا آخر بار مانی اور رومی سے مل لوں انہیں جی بھر کے پیار کرلوں لیکن پھر جی کڑا کر کے عافیہ آپی کو بتا کر آ گئی۔

دوپہر میں تمہارا فون آیا تم پوچھ رہے تھے کہ کب لینے آؤں بے حد خوشگوار موڈ میں جیسے رات کو کچھ بھی نہیں ہوا تھا شاید تمہارے نزدیک کچھ بھی نہ ہوا ہوگا لیکن میرے لئے تو سب کچھ ختم ہو گیا تھا عارف علی حیدر اور میں نے تمہیں اپنے فیصلے سے آگاہ کر دیا تم وجہ پوچھتے رہ گئے اور میں نے فون رکھ دیا پھر سب نے کیا کچھ نہ کہا حتیٰ کہ جنید، عازب،

ماموں جان چچا جان سب ہی نے سمجھایا سب ہی ملنے آئے لیکن میں کسی سے نہ ملی، اسماء نے کئی بار فون کیا۔

سنو ثمو! میں تسلیم کرتی ہوں عافو نے ہی زیادتی کی ہوگی مگر میری جان کیا تم نے فیصلہ کرنے میں عجلت نہیں کی۔

مگر میں نے عجلت تو نہیں کی تھی شاید میں نے دیر کر دی تھی مجھے تو یہ فیصلہ بہت پہلے کر لینا چاہیے تھا عاطف علی بہت پہلے تو شاید میں یوں کرچی کرچی نہ ہوتی اور اب تم پوچھتے ہو کہ تمہارا قصور کیا ہے شیشے توڑ کر کرچیاں اکٹھی کرنا چاہتے ہو عافو۔ کرچیاں چن بھی لو گے تو شیشہ جڑ نہ سکے گا۔

اور تمہارا قصور.......... تمہارا قصور یہ ہے کہ تم نے مجھے جیتے جی مار دیا ہے میرے ارد گرد کی روشنیاں بجھ گئی ہیں اور میرے اندر کچھ بھی سلامت نہیں رہا سب کچھ ٹوٹ گیا ہے۔ ریزہ ریزہ ہو گیا ہے عافو

سب کچھ۔